بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فہرست


**اعتراض نمبر1: یدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بزدل ہونے کاالزام---------- 8**

جواب نمبر1: .......................................... 9

[1]: قبول اسلام پر علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھنا:............. 10

[2]: نبوت کی آپ کے حق میں دعا: .......................... 10

[3]: عمر کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں: ............... 11

[4]: مشرکین کی مایوسی: .................................. 11

[5]: قبول اسلام کی تشہیر: ................................ 12

[6]: واقعہ ہجرت:........................................ 13

جواب نمبر2: .......................................... 14

**اعتراض نمبر2: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرنے کاالزام - 15**

جواب نمبر1: .......................................... 16

جواب نمبر2: .......................................... 18

جواب نمبر3: .......................................... 19

جواب نمبر4: ........................................ 20

جواب نمبر5: ........................................ 20

جواب نمبر6: ........................................ 20

**اعتراض نمبر3: غزوۂ احد میں میدان چھوڑ کر چلے جانا ------- 23**

جواب: ........................................ 25

**اعتراض نمبر4: منافق ہونے کا اقرار ------------------ 28**

جواب نمبر1: ........................................ 28

جواب نمبر2: ........................................ 30

جواب نمبر3: ........................................ 32

**اعتراض نمبر5: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرانے کا الزام ------ 34**

جواب: ........................................ 34

**اعتراض نمبر6: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا الزام ---------- 36**

جواب: ........................................ 37

**اعتراض نمبر7: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا جملہ کہنے کا الزام - 47**

جواب: ........................................ 48

**اعتراض نمبر8: انکارِ حجیتِ حدیث کا الزام -------------- 52**

جواب نمبر1: ........................................ 53

جواب نمبر2: ........................................ 54

جواب نمبر3: ........................................ 54

**اعتراض نمبر9: حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گناہ گار اور خائن سمجھتے تھے ------------------------ 55**

جواب نمبر1: ........................................ 59

جواب نمبر2: ........................................ 66

جواب نمبر3: ........................................ 67

**اعتراض نمبر10: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارنا ------------ 69**

پہلا اعتراض: ........................................ 73

جواب نمبر1: ........................................ 73

جواب نمبر2: ........................................ 74

جواب نمبر3: ........................................ 75

دوسرا اعتراض: ........................................ 75

جواب نمبر1: ........................................ 76

جواب نمبر2: ........................................ 77

**اعتراض نمبر11: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں عدم شرکت -- 78**

جواب نمبر1: ........................................ 78

جواب نمبر2: ........................ 83

شبہ: ........................ 84

جواب: ........................ 85

**اعتراض نمبر12: ایک طلاق کو تین طلاق کہنے کا الزام ------- 86**

جواب نمبر1: ........................ 87

جواب نمبر2: ........................ 88

جواب نمبر3: ........................ 91

جواب نمبر4: ........................ 94

جواب نمبر5: ........................ 96

جواب نمبر6: ........................ 97

جواب نمبر7: ........................ 99

**اعتراض نمبر13: حرمتِ متعہ کا الزام--------------- 100**

جواب: ........................ 100

[1]: انقطاعِ سند: ........................ 100

[2]: متن کا شاذ ہونا ........................ 101

**اعتراض نمبر14: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو جلانے کا الزام- 104**

جواب نمبر1: ........................ 105

جواب نمبر2: ........................ 106

جواب نمبر3: ........................ 106

شبہ: ........................ 107

جواب نمبر1: ........................ 107

جواب نمبر2: ........................ 108

**اعتراض نمبر15: ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے چھونے کا الزام - 110**

جواب: ........................ 111

شبہ: ........................ 113

جواب: ........................ 113

**اعتراض نمبر16: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کی وجہ سے کم علمی کا طعن 114**

جواب: ........................ 115

**اعتراض نمبر17: فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نامہ پھاڑ دینا --------- 120**

جواب نمبر1: ........................ 121

جواب نمبر2: ........................ 122

**اعتراض نمبر18: نبوت کی دنیوی موت کا انکار کرنا --------- 125**

جواب: ........................ 126

**اعتراض نمبر19: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہ کرنا --- 131**

جواب: ........................ 132

**اعتراض نمبر 20: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دشمنِ خدا کہنے کا طعن ------ 135**

جواب: ........................................................ 135

**اعتراض نمبر 21: حضرت ابوعبیدہ اور حضرت سالم کو حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنا------------- 138**

جواب: ........................................................ 139

**اعتراض نمبر 22: بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کیوں پڑھایا؟ --------- 143**

جواب: ........................................................ 144

## ﴿حصہ دوم﴾

# اعتراضات وجوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اعتراض نمبر 1

## سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بزدل ہونے کا الزام

حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُو عَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرٍ، وَقَمِيصٌ مَكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ لَهُ: مَا بَالُكَ؟ قَالَ: زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونِي إِنْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ فَقَالُوا: نُرِيدُ هَذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَا، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ، فَكَرَّ النَّاسُ".

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3864

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (اسلام لانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (قریش سے طبعی طور پر) ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو عمرو عاص بن وائل سہمی اندر آیا، اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کرتہ پہنا ہوا تھا۔ وہ (ابو عمرو عاص بن وائل) قبیلہ بنو سہم سے تھا جو قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھا۔ عاص نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری قوم بنو سہم والوں کا خیال ہے کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ عاص نے کہا "جب میں نے آپ کو امان دے دیا تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا"۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو دیکھا کہ میدان لوگوں سے بھر گیا ہے۔ عاص نے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا ہم ابن خطاب کی

طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو صابی (اپنے آباو اجداد کے دین کو چھوڑ کر مسلمان) ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے۔

## اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ بزدل تھے اور اپنے اسلام کو چھپا رہے تھے۔

## جواب نمبر 1:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نڈر، بہادر اور شجاع تھے۔ بزدل نہیں تھے، اس پر درج ذیل قرائن ملاحظہ ہوں:

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر صحابہ کرام نے علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

2: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ اسلام کو عمر کے ذریعے عزت عطا فرما۔ اگر عمر بزدل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہ دعا نہ فرماتے۔ کیونکہ بزدل کی وجہ سے اسلام کو عزت نہیں مل سکتی۔

3: اگر حضرت عمر بزدل ہوتے تو آسمانوں پر آپ کے اسلام لانے پر خوشیاں نہ منائی جاتیں۔

4: اگر آپ بزدل ہوتے تو مشرکین مکہ مایوس ہو کر یہ نہ کہتے کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

5: قبول اسلام کی تشہیر

6: واقعہ ہجرت

ذیل میں ہر ایک پر دلیل پیش کی جاتی ہے۔

## [1]: قبول اسلام پر علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھنا:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ الله عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتّٰى أَسْلَمَ عُمَرُ.

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث 8806

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

## [2]: نبوت کی آپ کے حق میں دعا:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3681

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا مانگتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کے (قبول اسلام) کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا

فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو ان دونوں میں سے حضرت عمر؛ اللہ تعالیٰ کے محبوب نکلے۔

## [3]: عمر کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں:

امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی البُستی رحمہ اللہ (ت354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ.

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہا یمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! عمر رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان) یعنی فرشتوں نے بھی خوشی منائی ہے۔

## [4]: مشرکین کی مایوسی:

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ الْمُشْرِكُونَ: الْآنَ انْتَصَفَ الْقَوْمُ مِنَّا.

الشریعۃ للآجری: رقم الحدیث 1348

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا کہ اب ہماری قوم دو حصوں

میں تقسیم ہو گئی ہے۔

## [5]: قبول اسلام کی تشہیر:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّ قُرَيْشٍ أَنْقَلُ لِلْحَدِيثِ؟ قِيلَ لَهُ: جَمِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَغَدَوْتُ أَتْبَعُ أَثَرَهُ أَنْظُرُ مَا يَفْعَلُ، وَأَنَا غُلَامٌ، وَجَمِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ هُوَ جَدُّ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَمِيلِ بْنِ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ - أَعْقِلُ كُلَّمَا رَأَيْتُ، حَتَّى جَاءَهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا جَمِيلُ أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَدَخَلْتُ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَوَاللهِ، مَا رَاجَعَهُ حَتَّى قَامَ يَجُرُّ رِجْلَيْهِ، وَاتَّبَعَهُ عُمَرُ، وَاتَّبَعْتُ أَبِي، حَتَّى إِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ صَرَخَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ - وَهُمْ فِي أَنْدِيَتِهِمْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ - أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَا، قَالَ: يَقُولُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِهِ: كَذَبَ، وَلَكِنْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص345 اسلام عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 772

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر الجُمَحِیؓ۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جمیل بن معمر؛ یہ نافع بن عمر بن جمیل بن معمر الجُمَحِیؓ کے دادا ہیں۔ (میں کم عمر ہونے کے باوجود) جو باتیں میں

دیکھتا تھا انہیں سمجھتا بھی تھا۔ (میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟ اللہ کی قسم! آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ابھی کوئی دوسری بات نہیں کہی تھی کہ جمیل بن معمر کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں گھسیٹنے لگا (یعنی وہاں سے بھاگنے لگا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے یہاں تک کہ جب جمیل بن معمر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اونچی آواز میں چیخا: اے قریش کے لوگو! اس وقت وہ لوگ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ (اس نے کہا) سنو! عمر صابی (بے دین۔ معاذ اللہ) ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے بلکہ میں تو اسلام لایا ہوں اور میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد؛ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

## [5]: واقعہ ہجرت:

امام ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ هَاجَرَ إِلا مُخْتَفِيًا إِلا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ لَمَّا هَمَّ بِالْهِجْرَةِ تَقَلَّدَ سَيْفَهُ وَتَنَكَّبَ قَوْسَهُ وَانْتَضَى فِي يَدِهِ أَسْهُمًا وَاخْتَصَرَ عَنَزَتَهُ وَمَضَى قِبَلَ الْكَعْبَةِ وَالْمَلأُ مِنْ قُرَيْشٍ بِفِنَائِهَا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا مُتَمَكِّنًا ثُمَّ أَتَى الْمَقَامَ. فَصَلَّى مُتَمَكِّنًا ثُمَّ وَقَفَ عَلَى الْحَلَقِ وَاحِدَةً وَاحِدَةً

وَقَالَ لَهُمْ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ لَا يُرْغِمُ اللهُ إِلَّا هٰذِهِ الْمَعَاطِسَ مَنْ أَرَادَ أَنْ تَثْكُلَهُ أُمُّهُ وَيُوتِمَ وَلَدَهُ وَيُرْمِلَ زَوْجَتَهُ فَلْيَلْقَنِي وَرَاءَ هَذَا الْوَادِي۔

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ھجرۃ عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مہاجر میرے علم میں نہیں جس نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے ہاتھ میں تلوار، کندھے پر کمان، مٹھی میں تیر اور کمر سے نیزا باندھے کعبۃ اللہ کی طرف (بغرض طواف) تشریف لائے، قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں موجود تھی، آپ نے بیت اللہ کے سات چکر اطمینان سے مکمل کیے پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے اطمینان سے نماز ادا کی اس کے بعد قریش کے ایک ایک ٹولے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: تمہاری شکلیں بدنما ہوں۔ اللہ انہی چہروں کو رسوا کرے۔ تم میں سے اگر کوئی ماں کو روتا ہوا بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ دیکھنا چاہتا ہے تو (عمر کو ہجرت سے روکنے کے لیے) سامنے آئے اور پہاڑ کی پچھلی جانب آکر مجھے روک کر دکھائے۔

## جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کا اعلان کیا تو کفار کی طرف سے مزاحمت کا ہونا یقینی تھا جیسا کہ بعض مسلمانوں کے ساتھ کفار مزاحمت کر بھی رہے تھے۔ ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلوار اٹھانا بھی ناگزیر تھا جبکہ اس وقت حکم یہی تھا کہ تلوار نہیں اٹھانی اور خود کو روک کر رکھنا ہے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کی امان میں جانے اور روپوش ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لیے کسی کی امان میں آنا اور روپوش ہونا بہادری اور شجاعت کے خلاف نہیں۔

# اعتراض نمبر 2

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرنے کا الزام

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ)
روایت کرتے ہیں:

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ، **وَاللهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، إِلَّا يَوْمَئِذٍ،** فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ أَلَسْتَ رَسُولَ اللهِ حَقًّا، قَالَ: «بَلَى»، قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ، وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟، قَالَ: «بَلَى»، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا، إِذًا قَالَ: «إِنِّي رَسُولُ اللهِ، وَلَسْتُ أَعْصِي رَبِّي، وَهُوَ نَاصِرِيَّ»

التفسیر الطبری: تحت الآیۃ سورۃ الفتح:26

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم جب سے میں نے اسلام قبول کیا مجھے آج کے دن کی طرح کبھی (اپنے اسلام) میں شک نہیں ہوا۔ تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل برحق نبی ہوں۔ پھر میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔ پھر میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کیا: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم یہ سب کیوں برداشت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں، اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا وہ ذات ہماری مدد فرمائے گی۔

## اعتراض:

اس روایت میں موجود الفاظ جو حضرت عمر رضی اللہ نے صلح حدیبیہ کے بعد کہے تھے " وَاللهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، إِلَّا يَوْمَئِذٍ "(محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جیسا مجھے آج شک ہوا ہے کبھی نہ ہوا تھا)۔ ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک ہو گیا تھا، ظاہر ہے جو نبی کی نبوت میں شک کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

## جواب نمبر 1:

صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ احادیث مبارکہ کی کئی معتبر کتب میں موجود ہے خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے مگر ان کتب احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ کی پریشانی اور اضطراب کا تو ذکر تو ملتا ہے لیکن مگر مذکورہ الفاظِ طعن نہیں ملتے۔

ذیل میں یہی واقعہ (اختصار کے پیشِ نظر صرف) صحیح بخاری سے پیش کیا جاتا ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو وَائِلٍ، قَالَ: كُنَّا بِصِفِّينَ، فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ،" أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ فَقَالَ:" بَلَى، فَقَالَ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَعَلَى مَا نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا أَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَقَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ

اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِيَ اللهُ أَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا فَنَزَلَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُمَرَ إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: "نَعَمْ".

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3182

ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابووائل نے بیان کیا کہ ہم مقام صفین میں موجود تھے۔ تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم (امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کے بجائے) خود کو الزام دو (کیونکہ تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش سے ہٹ رہے ہو)۔ اس لیے کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اگر ہم جنگ کو (ضروری) جانتے تو اس وقت ضرور لڑتے۔ (یعنی یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پیش آیا تھا تو اس میں صلح کو ترجیح دی گئی اور اب تو مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح ہو رہی ہے تو اس میں صلح کو ترجیح کیوں نہ دی جائے۔ اس صلح کا ہی واقعہ ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ (ہمارا دشمن) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے!) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے)! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کیا: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں؟ کیا ہم (مدینہ) واپس چلے جائیں گے،

اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ (ابھی) کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابن خطاب! میں اللہ کا (سچا) رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا (وعدہ خلافی نہیں کرے گا)۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (وہاں سے اٹھ کر) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من وعن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفتح آخر تک پڑھ کر سنائی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا یہی فتح ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! بلاشبہ یہی فتح ہے۔

## فائدہ:

یہ واقعہ جنگ صفین کا ہے جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ جب اس جنگ نے انتہائی شدت اختیار کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش کش کی کہ قرآن مجید کو حکم بنا کر صلح کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صلح کی پیش کش کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن خوارج نے اس جنگ کو جاری رکھنے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ کرنے کے لیے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں صلح حدیبیہ کا حوالہ دیا۔

## جواب نمبر2:

صلح حدیبیہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالی

نے رضا کا پروانہ دے دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صلح حدیبیہ میں موجود تھے لہذا وہ اس پروانہ کے مستحق ٹھہرے اور ظاہر ہے رضا الہی کا پروانہ مومنین کو ہی مل سکتا ہے نہ کہ ایمان میں شک کرنے والوں کو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

سورہ الفتح:18

ترجمہ: یقینا اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔

## جواب نمبر 3:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے بطور گواہ دستخط بھی کیے تھے۔ جو دستخط کرے وہ صلح میں یا نبوت میں شک کیسے کر سکتا ہے؟ چنانچہ شیعہ کی کتاب "ناسخ التواریخ" میں ہے:

"چوں کتاب صلح بپائے رفت ابو بکر و عمر و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی قاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمہ در آن نامہ گواہی خویش رانگاشتند و از طرف مشرکین حُویطب بن عبد العزی و مِکْرز بن حَفْص چند تن دیگر خط نہادند۔"

ناسخ التواریخ: ج2 ص222 وقائع سال ششم ھجرت

ترجمہ: جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو حضرت ابو بکر، عمر، عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے تو حویطب بن عبد العزی، مِکْرز بن حَفْص اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔

## جواب نمبر 4:

اس روایت میں موجود الفاظ " وَاللهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، إِلَّا يَوْمَئِذٍ" راوی شہاب زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے، چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) نے اس مقام پر کافی روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَاهُ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهِ نَحْوَهُ وَخَالَفَهُ فِي أَشْيَاءَ وَقَدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، رَحِمَهُ اللهُ، فِي صَحِيحِهِ،

تفسیر ابن کثیر تحت الآیۃ سورۃ الفتح:26

ترجمہ: عبد الرزاق نے معمر سے اور معمر نے الزہری سے روایت اسی طرح ذکر کی ہے اور اس روایت میں بہت سے امور دوسروں سے مختلف ذکر کیے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح البخاری میں (ان الفاظ کے بغیر) یہ روایت نقل کی ہے۔

## جواب نمبر 5:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی صحیح روایات سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد مقامات پر انہیں جنت کی بشارت دی ہے، ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے تو وہ کیسے ایمان میں شک کر سکتے ہیں؟

## جواب نمبر 6:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے کامل ایمان کی گواہی دی ہے۔ ذیل میں اس پر چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ : قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3671

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ جواب دیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ)۔

[2]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ.

مسند احمد: رقم الحدیث 833

ترجمہ: ابو جحیفہ (وہب بن عبد اللہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان حضرت ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر انسان حضرت عمر ہیں۔

[3]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ

وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3677

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے۔ میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا۔ میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

# اعتراض نمبر 3

# غزوۂ احد میں میدان چھوڑ کر چلے جانا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ - وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا - عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ: "إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ". فَهَزَمُوهُمْ قَالَ: فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3039

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد والے دن حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیز اندازوں کا امیر مقرر کیا جن کی تعداد پچاس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اگر یہ منظر بھی دیکھو کہ ہمیں پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں

تک کہ میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں، اور اگر تم یہ منظر بھی دیکھ لو کہ ہم نے مخالف فوج کو واضح شکست دے دی ہے اور ان کی لاشوں کو روند ڈالا ہے تب بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے (مشرکین کی) عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تیزی سے (میدان چھوڑ کر) بھاگ رہی تھیں اور ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ غنیمت جمع کرو، اے قوم! غنیمت جمع کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں تو اب کس کس بات کا انتظار ہے؟ اس پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو ہدایت فرمائی تھی کیا تم اسے بھول گئے ہو؟ لیکن ان ساتھیوں نے کہا: قسم بخدا! ہم ضرور جائیں گے اور مالِ غنیمت جمع کریں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ (اپنی جگہ چھوڑ کر) ان کے پاس آئے تو ان کے چہرے پھیر دیے گئے اور وہ شکست سے دوچار ہو کر (میدان سے) لوٹتے ہوئے نظر آئے۔ یہی وہ موقع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت606ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْمُنْهَزِمِينَ عُمَرُ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي أَوَائِلِ الْمُنْهَزِمِينَ وَلَمْ يَبْعُدْ، بَلْ ثَبَتَ عَلَى الْجَبَلِ إِلَى أَنْ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

التفسیر الکبیر: ج9 ص42 تحت قولہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ﴾ آل عمران:155

ترجمہ: میدان چھوڑنے والوں میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، البتہ یہ ہے کہ

وہ شروع میں جانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی وہ زیادہ دور گئے تھے بلکہ پہاڑ پر چلے گئے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہاڑ پر آ گئے تھے۔

## فائدہ:

اُحد پہاڑ کی ایک طرف دَرّہ ہے جو جبلِ رماۃ کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ جب تک میرا حکم نہ ہو آپ لوگوں نے یہاں سے ہٹنا نہیں، چاہے فتح ہو یا شکست۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی جانثاری اور جوانمردی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ مسلمان ان کو بھگا رہے تھے اور کچھ مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ دَرّہ پر مقرر تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نیچے اتر کر اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر غنیمت اکٹھی کرنے لگے۔ دوسری طرف خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، درہ خالی دیکھا تو اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ اس حملہ کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔

## اعتراض:

غزوۂ احد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔ ان جانے والے حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے حالانکہ وہ موقع میدان چھوڑ کر جانے کا نہیں بلکہ میدان میں ٹھہر کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا تھا۔

## جواب:

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔

محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس خطا کی معافی عطا فرما دیتے ہیں اور اس خطا کی وجہ سے ملنے والے اُخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرما لیتے ہیں۔

غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے جو اچانک حملہ ہوا تھا اس کے نتیجے میں مسلمان ایک اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی اضطراب و پریشانی نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجبور کیا اور ان سے میدان سے لوٹنے کی خطا سرزد ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس خطا کو معاف فرما دیا ہے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

1: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۱۵۵)﴾

سورۃ آل عمران:155

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس کی بھی معافی دے دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بخشنے والی اور بردبار ہے۔

2: علامہ سید ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت1270ھ) لکھتے ہیں:

لَا تَعْيِيْرَ بَعْدَ عَفْوِ اللهِ تَعَالٰى عَنِ الْجَمِيْعِ وَنَحْنُ لَا نَدَّعِى الْعِصْمَةَ فِى الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَلَا نَشْتَرِطُهَا فِى الْخِلَافَةِ.

روح المعانی: ج3 ص99 تحت قولہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ﴾ آل عمران:155

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاف فرما دینے کے بعد تو اعتراض کی کوئی وجہ بنتی ہی نہیں۔ نیز ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معصوم ہونے کے

قائل نہیں ہیں اور نہ ہی عصمت کو خلافت کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔(اس لیے جب خطا معاف ہو گئی تو اعتراض ہی ختم ہو گیا۔)

# اعتراض نمبر 4

# منافق ہونے کا اقرار

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی رحمہ اللہ (ت 277ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لِحُذَيْفَةَ: أَنَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ.

المعرفۃ والتاریخ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں منافقین میں سے ہوں۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود منافق ہونے کا اقرار کیا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ میں منافقین میں سے ہوں۔

## جواب نمبر 1:

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ صاحب کتاب امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی رحمہ اللہ (ت 277ھ) یہ روایت نقل کرنے کے متصل بعد اس کا ردّ بھی کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ حُذَيْفَةُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مِنَ الْقَوْمِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: بِاللهِ أَنَا مِنْهُمْ. قَالَ: لَا وَلَنْ أُخْبِرَ أَحَدًا بَعْدَكَ.

وَهٰذَا الْمُحَالُ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ كَذِبٌ، وَكَيْفَ يَكُونُ هٰذَا وَهُوَ مِمَّنْ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَهُوَ مِمَّنْ يَقُولُ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ» وَ «قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ وَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي فَهُوَ عُمَرُ»، مَعَ مَا لَا يُحْصَى مِنْ هَذَا الضَّرْبِ، فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يَقُولَ لِحُذَيْفَةَ «وَأَنَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ» «وَلَكِنَّ حَدِيثَ زَيْدٍ فِيهِ خَلَلٌ كَثِيرٌ»

المعرفۃ والتاریخ

ترجمہ: زید بن وھب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ منافقین میں سے ایک آدمی فوت ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا یہ منافقین میں سے تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا اللہ کی قسم میں بھی (منافقین میں سے) ہوں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اور آپ کے بعد میں کسی کو (نفاق کے بارے میں) نہیں بتاؤں گا۔ (صاحب کتاب کہتے ہیں) یہ بات محال ہے اور مجھے تو یہ بھی خوف ہے کہ یہ بات جھوٹ ہو گی اور کیسے جھوٹ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کرام میں سے ہیں اور ان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّثْ ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّثُ ہے تو عمر ہے۔ (مُحَدَّثُ کا معنی ہوتا ہے صاحبِ الہام۔ یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو) اور اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے ان کے بہت سے فضائل ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہیں کہ میں منافقین میں سے ہوں۔ (اس روایت کا راوی زید بن وھب ہے) وَلَكِنَّ حَدِيثَ زَيْدٍ فِيهِ خَلَلٌ كَثِيرٌ (لیکن زید بن وھب کی روایات میں بہت زیادہ خلل ہے)۔

## جواب نمبر2:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تو آپ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اس (ایمان کے کامل ہونے پر) صحیح روایات موجود ہیں۔ ذیل میں چند روایات ملاحظہ ہوں:

[1]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللہ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث 3682

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔

[2]: امام ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیسابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اللهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث 4484

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

[3]: امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی البستی رحمہ

اللہ (ت354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللہ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ۔

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (یعنی فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

[4]: امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ الله عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث 8806

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

[5]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَاىَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَاىَ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث3680

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے جبرئیل و میکائیل جبکہ اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

## جواب نمبر3:

بالفرض روایت کا صحیح ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان خوفِ خدا اور کمالِ خشیت کی بنیاد پر تھا۔ جیسا کہ صحابی رسول حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خشیت کے طور پر اپنے لیے نفاق کے الفاظ استعمال کیے ہیں چنانچہ امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت261ھ)روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ حَنْظَلَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَعَظَنَا فَذَكَّرَ النَّارَ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْأَةَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ، فَلَقِينَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَافَقَ حَنْظَلَةُ، فَقَالَ: مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ، فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ: "سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُونُ قُلُوبُكُمْ كَمَا تَكُونُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي

الطُّرُقِ".

صحیح مسلم: رقم الحدیث 6967

ترجمہ: حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے دل نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا (اور وہ کیفیت جاتی رہی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھی) کہتے ہیں: میں گھر سے نکلا تو میری ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے اپنی یہ کیفیت عرض کیا ۔انہوں نے کہا: میری بھی یہی حالت ہوتی ہے جو آپ ذکر کر رہے ہیں، پھر ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے: ٹھہر جایئے! (یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہر گز نہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح انہوں نے کہا ہے، میری بھی یہی کیفیت ہے (بیوی بچوں کے ساتھ مشغول ہونے میں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حنظلہ (یہ) گھڑی گھڑی کا معاملہ ہے (ایک گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے اور دوسری گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔

# اعتراض نمبر 5

# حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرانے کا الزام

علامہ شمس الدین ابو عبد للہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

اِنَّ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَۃَ حَتّٰی أَسۡقَطَتۡ مُحۡسِناً

(سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر احمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ: 349)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا جس کی وجہ سے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا) حمل ساقط ہو گیا اور بچہ محسن (پیٹ میں) فوت ہو گیا۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا ہے۔

## جواب:

یہ اعتراض انتہائی خیانت پر مبنی ہے اگر علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ کی پوری عبارت کو پڑھ لیا جائے تو اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ اس راوی پر جرح کر رہے اور جرح کی وجوہ میں سے ایک وجہ اس کا یہ من گھڑت واقعہ بیان کرنا نقل کر رہے ہیں، چنانچہ علامہ شمس الدین ابو عبد للہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

قَالَ الحَاكِمُ: هُوَ رَافِضِي، غَيْرُ ثِقَةٍ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ حَمَّادٍ الحَافِظ: كَانَ مُسْتَقِيمَ الأَمْرِ عَامَّةَ دَهْرِه، ثُمَّ فِي

آخر أَيَّامه كَانَ أَكْثَرَ مَا يُقرأُ عَلَيْهِ المَثَالب، حَضَرْتُه وَرَجُل يَقْرأُ عَلَيْهِ أَنَّ عُمر رفَسَ فَاطِمَة حَتَّى أَسقطتْ محسّناً.

وفِي خبرٍ آخر قَوْله تَعَالَى: {وَجَاءَ فِرْعَوْن} :عُمر، {وَمَنْ قَبْلَهُ} أَبُو بَكْرٍ، وَ {الْمُؤتَفِكَاتُ} :عَائِشَة،وَحَفْصَة.

فَوَافقتُه وَتركتُ حَدِيْثه.

قُلْتُ: شَيْخٌ ضَالٌّ مُعَثَّر.

سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر أحمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ:349

ترجمہ: احمد بن محمد بن السَّرِيّ بن یحیٰ بن ابی دارم کے متعلق امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رافضی ہے اور غیر ثقہ ہے۔

امام محمّدُ بنُ حَمَّاد الحَافِظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی شروع میں ٹھیک تھا پھر آخری عمر میں اس کے پاس زیادہ ترعیوب، جھوٹ، بہتان اور تہمت والی باتیں پڑھی جاتی تھی (انہیں بہتان اور جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) ایک دن میں اس کے پاس آیا اور (میں نے دیکھا کہ) اس کے پاس ایک شخص (یہ من گھڑت روایت) پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا یہاں تک کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں بچہ محسن فوت ہو گیا۔

اور (اس کی گمراہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالی کے فرمان [وَجَاءَ فِرْعَوْن] فرعون میں فرعون کا مصداق حضرت عمر رضی اللہ عنہ [وَمَنْ قَبْلَهُ] میں قبلہ کا مصداق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ [الْمُؤتَفِكَاتُ] میں الموتکفات کا مصداق حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو ٹھہرایا۔[العیاذ باللہ] تو میں نے اس کے بعد اس کی حدیثیں لینا چھوڑ دی۔ میں (علامہ ذہبی) کہتا ہوں یہ بوڑھا گمراہ اور پھسلا ہوا آدمی تھا۔

# اعتراض نمبر 6

# نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کا الزام

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ! اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا". فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ. فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ". وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جمعرات! اور جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات کو رہنے دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس

کی جانب تم بلا رہے ہو، اور آپ نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا۔ تیسری وصیت سے وہ خاموش ہوگئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

## اعتراض:

منکرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں خلافتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر لکھنے نہیں دی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے اور اس تحریر نہ لکھوانے سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان بھی ہوا ہے۔

## جواب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کئی وجوہات کے بنا پر درست نہیں۔ کیونکہ

1: اگر اسے صحیح سمجھا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے (معاذ اللہ) کیونکہ ایسی جماعت تیار نہ کر سکے جو ایک تحریر لکھنے پر آپ سے اتفاق کرتی۔

2: یہ حکم عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا ہی نہیں بلکہ یہ حکم تو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو تھا۔

3: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا مصلحت کی بنا پر تھا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو اور ایسی مصلحت کا لحاظ رکھنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی

ثابت ہے۔ ایسی صورت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

4: اس واقعہ کے چار دن بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھوا دیتے۔ نہ لکھوانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی خاص اہم بات نہ تھی۔ تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں کہ انہوں نے اہم بات سے منع کر کے امت کو نقصان دیا۔

5: تحریر لکھنے کے مشورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود راضی ہو گئے۔ تو اس کے بعد اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

6: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلافتِ علی رضی اللہ عنہ لکھوانا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ دوسری حدیث کی تشریح کے مطابق خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔ اب تو اعتراض کی بنیاد ہی نہ رہی کہ مخالفت کا الزام لگایا جائے۔

7: بقول مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کا اعلان غدیرِ خُم پر کر لیا تھا۔ تو بوقتِ وفات پھر اسی خلافت کو لکھوانا تو تحصیل حاصل ٹھہرے گا۔ اس لیے یہ بنیاد ہی درست نہیں کہ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

8: یہ اعتراض اس لیے بھی درست نہیں کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو نصِ قرآنی کی خلاف ورزی لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے کہ حکمِ خداوندی امت تک پہنچائیں اور اصول ہے کہ اگر کوئی روایت بہ ظاہر نصِ قرآن کے خلاف نظر آ رہی ہو تو اس روایت کی تاویل کرنا واجب ہے نہ یہ کہ اس کی بنیاد پر اعتراض کر کے نصِ قرآنی کی مخالفت کی جائے۔

اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اجمعین نے حضور کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ تحریر نہیں لکھنی دی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس برس کی محنت سے جو جماعت تیار فرمائی وہ آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس میں صحابہ کرام کو آڑ بنا کر حقیقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی جارہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناکام ہو گئے جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کامیاب ترین انسان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[2]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کاغذ قلم لانے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم اہل بیت کو دیا تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُومُوا". قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4432

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہل بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جاکر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہوگئے۔

اس حدیث کے الفاظ "فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا" دلیل ہیں کہ یہ حکم ہی اہل بیت کو تھا تبھی تو وہ حضرات اختلاف کر رہے ہیں۔ تو جب حکم ہی اہل بیت کو تھا اور انہوں نے کاغذ قلم نہیں دیا اور نہ دینے کی وجہ بھی بتادی تو اب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

[3]: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محض اس مصلحت کے پیشِ نظر: یہ فرمایا تھا کہ لکھنے کی مشقت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ تو اگر اس مصلحت کا خیال رکھنا قابل اعتراض بات ہے (معاذ اللہ) تو اس مصلحت کا خیال تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رکھنا بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی وفات والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاغذ قلم لانے کا حکم فرمایا تھا لیکن وہ اس عذر کی وجہ سے کاغذ قلم نہ لائے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہ ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے زبانی یاد کرنے پر اکتفاء کیا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ. قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي. قَالَ: "أُوصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ".

مسند احمد: ج1 ص468 رقم الحدیث 693

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت گمراہ نہ ہو سکے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے کے لئے جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر جائے، اس لئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے زبانی بتا دیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا، فرمایا میں نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں نیز غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔

اگر اُس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اشکال کیا جاتا ہے تو اِس واقعہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی اشکال ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ دونوں واقعات مصلحت پر مبنی ہیں اس لیے دونوں حضرات اس اعتراض سے بری ہیں۔

[4]: اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری تحریر یا خلافت علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ لکھوانا چاہتے تھے تو یہ واقعہ جمعرات کے دن پیش آیا اور رسول اکرم صلی اللہ کی وفات پیر والے دن ہے، اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک دنیا میں حیات رہے ہیں اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ بھی نصیب ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا۔ تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور لازمی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دنوں میں کسی وقت ضرور یہ لکھوا لیتے۔

[5]: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے ہیں:

"دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے شدت مرض کی وجہ سے از راہ محبت نہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہوگئی، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيه خَيْرٌ" یعنی تمہارا جواب سننے کے بعد ترک کتابت کا جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہ بہتر ہے۔

[6]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ اس بارے دوسری حدیث مبارک میں صراحتاً موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ .... قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: .... "لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي

بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 5666

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے فیصلہ کیا یا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلاوں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں گے کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹادے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔

[7]: اس واقعہ کی وجہ سے روافض کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتراض کا حق ہی نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نظریہ کے مطابق تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اعلان وفیصلہ فرما چکے تھے تو یہاں دوبارہ خلافت علی المرتضی لکھوانے کا کیا مطلب ہے؟

علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ (عَامَّةِ النَّاسِ) عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ. وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا، وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: ج 3 ص 214

ترجمہ: اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے، تو ایسا شخص علماءِ اھل السنۃ والجماعۃ اور علماءِ اہل تشیع کے ہاں گمراہ ہے۔ ایسا شخص اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تو اس لئے گمراہ ہے کہ اھل السنۃ والجماعۃ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت بلا فصل پر متفق ہیں اور اہل تشیع کے ہاں اس لئے گمراہ ہے کہ اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہی خلافت وامامت کے مستحق تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ قرطاس سے پہلے صراحتاً خلافت علی کا اعلان فرمادیا تھا جس صراحت ونص کے ہوتے ہوئے کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بطور الزام مزید فرماتے ہیں:

وَلَا فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً. كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ. ثُمَّ يَدَّعُونَ مَعَ هٰذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلَى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ لَا يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: ج3 ص324

ترجمہ: کسی مشہور حدیث مبارک میں یہ بات موجود نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا، جب کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کا تو دعوی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر نص قطعی قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جو لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں مان رہے تو وہ لکھا ہوا بھی نہ مانتے۔

[8]: ادلہ شرعیہ میں پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے، اگر کوئی حدیث مبارک ایسی ہو جس کا مضمون بظاہر قرآن کریم کے خلاف ہو تو اس میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہیے یعنی ایسا معنی اور مطلب بیان کرنا چاہیے کہ قرآن کی آیت پر بھی ایمان رہے اور حدیث مبارک پر بھی اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قرآن کریم کی آیت کو لیا جاتا ہے اور حدیث کو متروک سمجھا جاتا ہے۔

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی (ت335ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قَابَلَهُ خَبَرُ الْوَاحِدِ أَوِ الْقِيَاسُ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ فِي حُكْمِ الْخَاصِ يُعْمَلُ بِهِمَا وَإِلَّا يُعْمَلُ بِالْكِتَابِ وَيُتْرَكُ مَا يُقَابِلُهُ.

اصول الشاشی: ص 11 بحث الخاص والعام

ترجمہ: اگر کتاب اللہ کی آیت کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو اگر کتاب اللہ کی آیت کا مفہوم بدلے بغیر تطبیق ممکن ہو تو آیت وحدیث دونوں پر عمل کریں گے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو آیت پہ عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا۔

**مضمون قرآن:**

قرآن کریم کی نص قطعی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تبلیغ فرض ہے اور لوگوں کی وجہ سے تبلیغ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (٦٧)﴾

سورۃ المائدۃ:67

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اسے آپ لوگوں تک پہنچا دیجیے، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ پاک لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، بے شک اللہ کافر لوگوں

کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس نص سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھپائی نہیں ہے، دین سے متعلق کسی ضروری چیز کو لوگوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضروری بات لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں لکھوائی تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کا پیغام نہیں پہنچاسکے اور قرآن کریم پر عمل نہیں فرمایا (العیاذ باللہ)۔

اس لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کا ایسا مفہوم بیان کیا جائے جو قرآن کریم کے مطابق ہو قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔

# اعتراض نمبر 7

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا جملہ کہنے کا الزام

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ! اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا". فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ. فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ". وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جمعرات! اور جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات کو رہنے دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی

جانب تم بلا رہے ہو، اور آپ نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا۔ تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

## اعتراض:

منکرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک نازیبا جملہ کہا ہے۔ وہ جملہ یہ ہے:

"مَا لَهُ أَهَجَرَ اسۡتَفۡهِمُوهُ"

اس میں لفظ "ہجر" ہے جس کا معنی ہے: "الٹی سیدھی باتیں کرنا"۔ مطلب یہ کہ اس موقع پر موجود حضرات نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تو سہی!"

## جوابات:

[اعتراض کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمہ "مَا لَهُ أَهَجَرَ اسۡتَفۡهِمُوهُ" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں؟) کہا ہے۔]

## جواب:

حدیث مبارک میں لفظ "أَهَجَرَ" موجود ہے جو "هَجَرَ، يَهۡجُرُ، هَجۡراً" سے مشتق ہے اور یہ لفظ لغت، قرآن کریم اور حدیث مبارک میں چھوڑنے، جدائی اور

علیحدگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

**لغت:**

1. مشہور لغوی علامہ ابو الفضل محمد بن مکرّم افریقی (ت 711ھ) لکھتے ہیں:

**اَلْهَجْرُ: ضِدُّ الْوَصْلِ هَجَرَهُ يَهْجُرُهُ هَجْراً وَهِجْرَاناً صَرَمَهُ.**

لسان العرب: مادہ "ھجر"

ترجمہ: لفظ ھجر وصل کی ضد ہے {وصل کا معنی ملانا تو ھجر کا معنی علیحدہ ہونا} ھجر کا معنی چھوڑنا۔

2. مشہور لغوی امام محمد مرتضی الزبیدی (ت 1205ھ) لکھتے ہیں:

**(هَجَرَ) هَجَرَهُ يَهْجُرُهُ هَجْرًا، بِالْفَتْحِ، وهِجْرانًا، بِالْكَسْرِ: صَرَمَهُ وَقَطَعَهُ وَالْهَجْرُ ضِدُّ الْوَصْلِ هَجَرَ الشَّيْءَ يَهْجُرُهُ هَجْرًا: تَرَكَهُ وَأَغْفَلَهُ وَاَعْرَضَ عَنْهُ.**

تاج العروس من جواہر القاموس: مادہ "ھجر"

ترجمہ: هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا۔ ہا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے بمعنی چھوڑنا، علیحدہ کرنا۔ لفظ ھجر وصل کی ضد ہے {وصل کا معنی ملانا تو ھجر کا معنی علیحدہ ہونا} ھجرہ کا معنی چھوڑنا، یھجرہ کا معنی فلاں نے اسے چھوڑ دیا، اسے غافل کر دیا اور اس سے اعراض کیا ۔

**قرآن کریم:**

﴿وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ﴾

سورۃ النساء: 34

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) ان کے بستر الگ کر دو (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو)

انہیں مار سکتے ہو۔

﴿وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا (۳۰)﴾

سورۃ الفرقان:30

ترجمہ: اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گے کہ: یارب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔

﴿وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اھۡجُرۡھُمۡ ھَجۡرًا جَمِیۡلًا (۱۰)﴾

(سورۃ المزمل:10)

ترجمہ: اور جو باتیں یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں ان پر صبر سے کام لو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کرلو۔

**حدیث:**

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَ كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخۡوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسۡلِمٍ أَنۡ يَهۡجُرَ أَخَاهُ فَوۡقَ ثَلَاثٍ."

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص303 رقم الحدیث 15170

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں قطع تعلقی نہ کرو، پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔

الحاصل: لغت، آیات کریمہ اور حدیث مبارک میں "ھجر" کا معنی "چھوڑنا

" ہے نہ کہ فضول گفتگو۔ لہذا حدیث قرطاس میں بھی جدائی کے معنی ہوں گے۔
مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ رہے تھے کہ ”کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہو رہے ہیں۔“

# اعتراض نمبر 8

# انکارِ حجیتِ حدیث کا الزام

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ **حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ** فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُومُوا". قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4432

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہل بیت نے اس

خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جا کر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہو گئے۔

## اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ قلم لاؤ تو امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ (ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ سنتِ رسول کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

## جوابات:

[اعتراض کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ" (کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے) کہہ کر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر ضروری ہونے کی بات کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے حدیث حجت نہیں۔]

## جواب نمبر 1:

کیا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یہ قرآن کریم کی آیت ہے؟ جب حدیث تمہارے نزدیک حجت ہی نہیں ہے تو اس حدیث سے انکار حدیث پر استدلال کیسے کیا جا سکتا

ہے؟

## جواب نمبر 2:

حَسۡبُنَا كِتَابُ اللّٰہِ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور قرآن کریم ہی میں حجیت حدیث کو مفصل بیان کیا گیا ہے، قرآن کریم کو ماننا بنتا ہی تب ہے جب حدیث شریف کو مانا جائے۔

## جواب نمبر 3:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات یہ مطلب لینا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث اور سنت کو حجت سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنۡ مَعۡدَانَ بۡنِ أَبِي طَلۡحَةَ أَنَّ عُمَرَ بۡنَ الۡخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ خَطَبَ يَوۡمَ الۡجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكۡرٍ .... ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أُشۡهِدُكَ عَلٰى أُمَرَاءِ الۡأَمۡصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثۡتُهُمۡ عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡدِلُوا عَلَيۡهِمۡ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمۡ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمۡ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ."

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1258

ترجمہ: حضرت معدان بن طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا..... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اے اللہ تو اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے شہروں کا گورنر بنایا ہے اور میں نے انہیں اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ ان پر انصاف کریں اور ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

# اعتراض نمبر 9

## حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گناہ گار اور خائن سمجھتے تھے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: " أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رُمَالِهِ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ، فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ بِهَذَا غَيْرِي، قَالَ: خُذْهُ يَا مَالُ، قَالَ: فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟، فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوا ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟، قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ: الْقَوْمُ أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذَلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ : اتَّئِدَا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، قَالَا: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ: مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى

رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ سورة الحشر آية 7، مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا. قَالَ: فَقَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ أَتَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟، قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ "، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذٰلِكَ، قَالَ: أَكَذٰلِكَ؟، قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ،

صحیح مسلم: رقم الحدیث 4577

ترجمہ: حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیج کر (بلوایا) میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں آ گیا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے گھر میں اپنی چارپائی پر بیٹھے ہوئے اس حال میں پایا کہ آپ نے خود کو کھجور سے بنے ہوئے بان کے ساتھ لگایا ہوا تھا (یعنی بستر کے بغیر کھجور کے بان پر بیٹھے ہوئے تھے) اور چمڑے کا تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ (فرمایا کہ اے مالک رضی اللہ عنہ) تیری قوم کے کچھ آدمی جلدی جلدی میں آئے تھے میں نے ان کو کچھ سامان دینے کا حکم کر دیا ہے اب تم وہ مال لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: اے مالک! تم ہی لے لو۔ اسی دوران (آپ کا غلام) یرفا اندر آیا اور اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لیے اجازت ہے۔ وہ اندر تشریف لائے۔ پھر وہ غلام آیا اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا انہیں بھی اجازت دے دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے گناہگار، دھوکے باز، خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے لوگوں نے کہا: ہاں! اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کر دیں اور ان کو ان سے راحت دلائیں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ان دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ان حضرت کو اسی لیے پہلے بھیجا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (پیغمبروں) کے مال میں سے ان کے وارثوں کو کچھ نہیں ملتا، جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے سب کہنے لگے کہ جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ

عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: کہ میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص بات کی تھی کہ جو آپ کے علاوہ اور کسی سے نہیں کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اپنے رسول کو جو دیہات والوں کے مال سے عطا فرمایا، وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کا ہی حصہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کی آیت بھی انہوں نے پڑھی ہے یا نہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کے درمیان بنی نظیر کا مال تقسیم کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! آپ نے مال کو تم سے زیادہ نہیں سمجھا اور ایسے بھی نہیں کیا کہ وہ مال خود لے لیا ہو اور تم کو نہ دیا ہو یہاں تک کہ یہ مال باقی رہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنے ایک سال کا خرچ نکال لیتے پھر جو باقی بچ جاتا وہ بیت المال میں جمع ہو جاتا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے پہلے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم کو یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر اسی طرح حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو قسم دی انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا لوگوں نے کہا: کیا تم دونوں کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں اور تم دونوں اپنی وراثت لینے آئے ہو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تو اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی (فاطمہ رضی اللہ عنہ) کا حصہ ان کے باپ کے مال سے مانگتے تھے حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم (پیغمبر) چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور تم ان کو جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچے، نیک اور ہدایت یافتہ تھے اور حق کے تابع تھے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ولی بنا اور تم نے مجھے بھی جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن خیال کیا اور اللہ تعالی جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کا تابع ہوں اور میں اس مال کا بھی ولی ہوں اور پھر تم میرے پاس آئے تم بھی ایک ہو اور تمہارا معاملہ بھی ایک ہے تم نے کہا کہ یہ مال ہمارے حوالے کر دیں میں نے کہا کہ میں اسی شرط پر مال تمہارے حوالے کر دوں گا کہ اس مال میں تم وہی کچھ کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور تم نے یہ مال اسی شرط سے مجھ سے لیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے؟ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اپنے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس آئے ہو اللہ کی قسم میں قیامت تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر یہ مال مجھے لوٹا دو۔

## اعتراض:

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما انہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گنہگار اور خائن سمجھتے تھے۔

## جواب نمبر 1:

روایت بالا میں فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا قابل اعتراض جملہ امام

زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ کئی محدثین کرام رحمہم اللہ نے اسی تفصیل سے اپنی اپنی کتب احادیث میں ذکر کیا ہے مگر مذکورہ اعتراض والے الفاظ نقل نہیں کیے۔ ذیل میں چند کبار محدثین سے یہی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ كَذَا وَ كَذَا (اس طرح اس طرح) کے الفاظ ہیں۔

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي مِنْ حَدِيثِهِ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: انْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ، فَأَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا، قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ، فَقَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ إِلَى قَوْلِهِ قَدِيرٌ فَكَانَتْ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا، وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ،

فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ هَذَا الْمَالِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ، فَعَمِلَ بِذَاكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَتَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ وَلِيِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا مَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، بِذٰلِكَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ، فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ، حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا.

*صحیح البخاری: رقم الحدیث 6728*

**تنبیہ:** مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[2]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ **يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا** فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ

أَسَمِعْتُمْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ إِلا مَا أَطْعَمَهُ إِنَّا لا نُورَثُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

شمائل ترمذی: رقم الحدیث 377

تنبیہ: یہاں " كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا " کے بجائے " أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا " کے الفاظ ہیں۔

[3]: امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ، فَقَالَ حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمْ فِيهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا يَعْنِي عَلِيًّا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْهُمَا، قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولَئِكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ: اتَّئِدَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ

تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. فَقَالَا: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّ اللهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سورة الحشر آية 6، وَكَانَ اللهُ أَفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ. فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَوَلِيتُهَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَلِيَهَا فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَسَأَلْتُمَانِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيهَا فَأَخَذْتُمَاهَا مِنِّي عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ. قَالَ أَبُو دَاوُد: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ يُصَيِّرُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لَا أَنَّهُمَا جَهِلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌفَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُوقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ أَدَعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ.

سنن ابی داود: رقم الحدیث 2963

تنبیہ: مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[4]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: جَاءَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: **اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَذَا كَذَا**، فَقَالَ النَّاسُ: افْصِلْ بَيْنَهُمَا، افْصِلْ بَيْنَهُمَا قَالَ: لَا أَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، قَدْ عَلِمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ"

مسند احمد، رقم الحدیث 349

تنبیہ: یہاں "كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" کے بجائے "اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَذَا كَذَا" کے الفاظ ہیں۔

**فائدہ نمبر 1: ادراج کی تعریف:**

مَا أُدْرِجَ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ الرُّوَاةِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ مِنَ الْحَدِيْثِ.

قواعد فی علوم الحدیث ص 39

ترجمہ: حدیث مبارک کے متن میں راوی اپنا کلام شامل کردے جسے سننے والا حدیث سمجھے۔

**فائدہ نمبر 2:** امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ

(ت 123ھ) بعض مرتبہ احادیث میں ادراج کرتے تھے، چنانچہ ان کے اس طرز کے متعلق امام حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

وَ كَذَا كَانَ الزُّهْرِيُّ يُفَسِّرُ الْأَحَادِيْثَ كَثِيْرًا وَرُبَمَا أَسْقَطَ أَدَاةَ التَّفْسِيْرِ.

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج:1 ص:268، تحت المدرج

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ بعض اوقات روایات کی تفسیر فرما دیتے ہیں، پھر اس تفسیری کلام میں بسا اوقات حروف تفسیر کو گرا دیتے ہیں۔

## اعتراض:

بعض روایات میں موجود الفاظ انت کذا و کذا موجود تو ہیں جس یہ شبہ ہوتا کہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب و شتم کیا۔

## جواب:

بعض روایات میں موجود الفاظ انت کذا و کذا میں فریقین نے ایک دوسرے کو " انت کذا و کذا " کے الفاظ سے پکارا تو اس سے مراد سب و شتم نہیں ہے بلکہ ان کلمات سے مراد یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ باغ فدک جو کہ ایک صدقہ ہے اس پر ولایت اور تصرف کے تم مستحق نہیں ہو بلکہ میں زیادہ اس کی تولیت کا حقدار ہوں چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

(أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ ) أَيْ : أَيَّامَ خِلَافَتِهِ ( يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا ) أَيْ : أَنْتَ لَا تَسْتَحِقُّ الْوِلَايَةَ عَلَى هَذِهِ الصَّدَقَةِ أَوْ أَنَا أَوْلَى مِنْكَ بِهَا وَنَحْوَ ذٰلِكَ.

جَمْعُ الْوَسَائِلِ فِي شَرْحِ الشَّمَائِلِ تحت هذا الحديث

ترجمہ: حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے دور خلافت میں آئے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے مباحثہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے انت کذا وکذا (مطلب یہ ہے کہ) آپ اس صدقہ کے ولایت کے مستحق نہیں ہیں اور میں آپ سے زیادہ اس کی ولایت کا حقدار ہوں۔

## جواب نمبر2:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں باہمی محبت و الفت کے کئی واقعات ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ کے نکاح میں دی ہے۔

چنانچہ امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی رحمہ اللہ (ت354ھ) لکھتے ہیں:

**تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِي شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.**

کتاب الثقات لابن حبان: ج2ص216

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے داماد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو کذاب، گناہ گار اور خائن کہیں۔

## جواب نمبر 3:

بالفرض اعتراض والے الفاظ تسلیم کر بھی لیے جائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے تھے تو بھی اس سے معترض کا استدلال درست نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات سمجھانے کے لیے کہے تھے کہ آپ حضرات کے (فدک کی تولیت) مانگنے کا لب ولہجہ یہ بتا رہا ہے کہ میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں نے (فدک کی تولیت آپ کو نہ دے کر) فیصلہ درست نہیں کیا تھا تو گویا ہم اس فیصلے میں خائن ہوئے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ ہم دونوں نے تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پر عمل کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد آپ کے مال کو آپ کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور آپ دونوں (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی اس بات کے معترف ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) لکھتے ہیں:

وَمَا ذٰلِكَ إِلَّا لِأَنَّهُمْ فَهِمُوا بِقَرِينَةِ الْحَالِ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِمَا لَا يَعْتَقِدُ ظَاهِرَهُ مُبَالَغَةً فِي الزَّجْرِ

شرح مسلم للنووی: تحت ھذا الحدیث

ترجمہ: اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ (حضرت عمر رضی اللہ) قرینہ حال سے یہ سمجھے ہوں کہ یہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایسی گفتگو کر رہے ہیں جو ان کے اعتقاد کے مطابق نہیں ہے (اعتقادا تو مجھے کاذب و

خائن نہیں سمجھتے وگرنہ بیعت کیوں کرتے ) تو زجر و تنبیہ میں مبالغہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔

# اعتراض نمبر 10

## حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارنے کا اعتراض

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَاوَرْتُ بِهِ، هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا؟ فَلَمْ أَجِدْ! فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ (وَالرَّبِيعُ، الْجَدْوَلُ) فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَأَبُو هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُّ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ قَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيكَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشرته بِالْجَنَّةِ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِي عُمَرُ فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ

فَحَرَزْتُ لِإِسْتِي قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ: يَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 46

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ایک ہی جماعت میں موجود تھے۔ کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے کھڑے ہوئے (اور باہر تشریف لے گئے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آنے میں دیر کر دی، تو ہمیں خوف محسوس ہوا اس بات کا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری عدم موجودگی میں اچک نہ لیا جائے! (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن نقصان نہ پہنچا دیا جائے) ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور ہم (تلاش کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے جس کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) ہی تھا (یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ اپنے علم کے اعتبار سے فرما رہے ہیں)۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلا یہاں تک کہ بنی نجار انصار کے ایک باغ میں آگیا، میں نے تلاش کرنا شروع کیا کہ کیا میں اس کا کوئی دروازہ پا سکتا ہوں؟ تو میں نے دروازہ نہ پایا، اچانک باغ کے درمیان بئر خارجہ میں سے ایک چھوٹی نالی نکل رہی تھی (ربیع چھوٹی نالی کو کہتے ہیں) پس میں نے اپنے آپ کو سمکیڑا اور (نالی کے راستے) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (از راہ تعجب) پوچھا کہ

کیا آپ ابو ہریرہ ہیں ؟ میں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ یہاں کیسے (پہنچ گئے)؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما رہے تھے آپ کھڑے ہوئے آپ نے واپس آنے میں دیر کر دی تو ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری عدم موجودگی میں کوئی دشمن نقصان نہ پہنچائے، ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور سب سے پہلے جس کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں تھا (یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمارہے ہیں)، پس میں اس باغ کے پاس آیا اور میں نے اپنے آپ کو سکیڑا جیسے لومڑی اپنے آپ کو سکیڑتی ہے اور یہ لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم) میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دونوں جوتے دیے پھر فرمایا: یہ میرے دو جوتے لے جاؤ اور جو آپ کو اس باغ کے باہر ملے اور وہ دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو آپ اس کو جنت کی بشارت سنا دیجیے (فرماتے ہیں کہ واپسی میں) سب سے پہلے جن سے میں ملا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے ابو ہریرہ یہ دو جوتے کس لیے ہیں؟ میں نے کہا: یہ دو جوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جس آدمی سے میں ملوں اور وہ صدق دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو میں اس کو جنت کی خوشخبری سنادوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا تو میں اپنی سرین کے بل گر پڑا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ !لوٹ جاؤ، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور زور سے رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے قدموں کے نشانات پر میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ آپ کو کیا

ہوا ہے ؟ میں نے کہا: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے تو میں نے ان کو خبر دی (حدیث سنائی ) اس چیز کی جس کی طرف آپ نے مجھے بھیجا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر ایک ضرب ماری جس سے میں سرین کے بل پیچھے گر گیا اور (ساتھ ہی عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ) کہا لوٹ جاؤ، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے عمر آپ کو کس چیز نے یہ عمل کرنے پر ابھارا ہے ؟ تو حضرت عمر رضی اللہ کہنے لگے ؛ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو آدمی ملے اور دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو آپ اس کو جنت کی بشارت دے دیں ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ایسا نہ کیجیے ، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اعمال کو چھوڑ دیں گے ) پس آپ ان کو چھوڑ دیں (یہ بات بیان نہ کریں )۔ تا کہ لوگ اعمال کرتے رہیں ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے اس کو چھوڑ دو (یہ بات بیان نہ کرو)۔

## اعتراضات:

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دو اعتراض کیے جاتے ہیں۔

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی قصور وجرم کے مارا اور کسی کو بلا جرم مارنا ایذاء مسلم ہے اور حدیث کی رو سے یہ حرام ہے۔

2: جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کے قاصد بن کر نبی کی حدیث سنا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجائے تسلیم کرنے کے حدیث کے بیان سے منع کر رہے ہیں۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی ناقدری ہے۔

ذیل میں بالترتیب دونوں اعتراضات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں:

## پہلا اعتراض:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی قصور و جرم کے مارا اور کسی کو بلا جرم مارنا ایذاء مسلم ہے اور حدیث کی رو سے یہ حرام ہے۔

## جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی کہ اے ابو ہریرہ آپ یہ حدیث (ہر عام و خاص میں ) بیان نہ کریں (اس لیے کہ لوگ اعمال میں سستی شروع کر دیں گے ) آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام و خاص میں ) بیان کرنی ہے ؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا۔ چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت1014ھ) لکھتے ہیں:

لَا بُدَّ هُنَا مِنْ تَقْدِيرٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ السِّيَاقُ مِنَ السِّبَاقِ وَاللَّحَاقِ، يَعْنِي: فَقَالَ عُمَرُ: ارْجِعْ؛ قَصْدًا لِلْمُرَاجَعَةِ ........ فَأَبَيْتُ وَامْتَنَعْتُ عَنْ حُكْمِهِ امْتِثَالًا لِظَاهِرِ أَمْرِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - الْمُقَدَّمِ عَلَى كُلِّ أَمْرِ آمِرٍ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ (بَيْنَ ثَدْيَيَّ) بِالتَّثْنِيَةِ أَيْ فِي صَدْرِي، فَإِنَّهُ يَبْعُدُ كُلَّ الْبُعْدِ ضَرْبُهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ بَاعِثٍ.

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح تحت ھذا الحدیث

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے سے پہلے) مقدر عبارت ماننا ضروری ہے جو سیاق و سباق اور مابعد پر دلالت کرے۔۔ وہ عبارت یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام و خاص میں بیان کرنی ہے ؟) تو میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ )

نے انکار کر دیا اور ان کے حکم کو پورا کرنے سے رک گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حکم ہر حکم کرنے والے کے حکم سے مقدم ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے) سینہ پر مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی سبب کے مارا ہو۔

## جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر آرام سے مارا ہو (بطور سزا کے نہیں بلکہ متنبہ کرنے کے) لیکن چونکہ کیفیت ایسی بن گئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جلالی آدمی تھے، جسم کے اعتبار سے بھی مضبوط تھے اور طاقتور تھے جس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ ہلکی سی ضرب بھی برداشت نہ کر سکے اور نیچے گر پڑے، یعنی حضرت عمر کا مارنا ارادۃً نہیں تھا بلکہ ایک تنبیہ کرنی تھی چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو یہ ہلکی ضرب سخت محسوس ہوئی اور پیچھے گر گئے تو یہ بات قابلِ اعتراض نہیں ہے، جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ایک قبطی کو گھونسا رسید کیا اور اس پر موت طاری ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ میری ضرب اتنی سخت لگے گی کہ وہ فوت ہو جائے گا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ نبی ہیں اور جمالی ہیں اور قبطی کو قتل کی نیت سے نہیں مار رہے بلکہ محض سمجھانے کے لیے مار رہے ہیں چونکہ قبطی اسے برداشت نہ کر سکا فوت ہو گیا، ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بالارادہ نہیں مارا اور نہ ہی ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ انکے مارنے سے وہ گر پڑیں گے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ سے موجود ہے:

﴿وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾

سورۃ القصص:15

ترجمہ: ایک دن وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوا کہ اہلِ شہر [نیند کی وجہ سے] غافل پڑے ہوئے تھے؛ تو وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن میں ایک موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا دشمن قوم سے۔ چنانچہ جو آدمی موسیٰ کی قوم سے تھا اس نے موسیٰ کو دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لیے پکارا۔ اس پر موسیٰ نے اسے ایک گھونسا رسید کیا جس نے اس کا کام ہی تمام کر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: یہ شیطان کا کارنامہ ہے، بیشک وہ دشمن اور کھلا بہکانے والا ہے۔

## جواب نمبر3:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جانا اور جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا، سرزنش نہ کرنا اور بدلہ نہ دلوانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مارنا یہ بالا ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ قابلِ ملامت واعتراض تھا۔

## دوسرا اعتراض:

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کے قاصد بن کر نبی کی حدیث سنا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجائے تسلیم کرنے کے حدیث کے بیان سے منع

کر رہے ہیں۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی ناقدری ہے۔

## جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزاج شناسِ نبوت تھے وہ نبوت کا مزاج جانتے تھے کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں جمال ہے اور آپ اکیلے ایک انصار کے باغ میں ہیں وہاں اللہ تعالی کی خاص تجلیات میں ہیں اسی کیفیت جمالی میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ جو بندہ صدقِ دل کے ساتھ صرف کلمہ پڑھ لے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے اور یہ بشارت کا حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی خوشنودی کے لیے ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث بھی تھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ کا کلمہ پڑھ لیں پھر اللہ ان کو عذاب نہ دیں، اس پر حضرت معاذ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ! اس بات کی بشارت لوگوں کو دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے معاذ! لوگوں کو بیان نہ کرنا ورنہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، اعمال کی طرف توجہ نہیں کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ مزاج شناسِ نبوت ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! یہ حدیث لوگوں کو بیان نہیں کرنی اور یہاں حضرت ابوہریرہ سے فرمارہے ہیں کہ جاکر بیان کردیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں احادیث کو سامنے رکھا چونکہ آپ مزاج شناسِ نبوت ہیں اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ واپس جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں لہذا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مخالفتِ حدیث کرنا نہیں بلکہ

مزاجِ شناس نبوت ہونا سمجھ آتا ہے۔

## جواب نمبر 2:

حدیث کے اخیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا۔ چنانچہ یہ الفاظ واضح دلیل ہیں:

قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشٰی أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ.

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا: یارسول اللہ ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اعمال کو چھوڑ دیں گے) پس آپ ان کو چھوڑ دیں (یہ بات بیان نہ کریں)۔ تاکہ لوگ اعمال کرتے رہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے ان کو چھوڑ دو (یہ بات بیان نہ کرو)۔

# اعتراض نمبر 11

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں عدمِ شرکت کا الزام

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ؛ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَا فِي الْأَنْصَارِ، فَبُوِيعَا قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا.

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ص رقم الحدیث 38201

ترجمہ: ابن نمیر ھشام بن عروۃ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد (عروہ بن زبیر رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے وقت موجود نہیں تھے بلکہ وہ دونوں انصار کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے واپس آنے سے پہلے دفن کیا جاچکا تھا۔

### اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ کہ نبوت کی تجہیز، تکفین اور تدفین میں وہ دونوں موجود نہیں تھے بلکہ حصولِ خلافت کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔

### جواب نمبر 1:

روایتِ بالا دو وجہوں سے حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

## [1] انقطاعِ سند:

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ان کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے شروع میں ہوئی ہے۔ تو راوی کا مذکورہ واقعہ کے وقت موجود نہ ہونا اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْأَسَدِيُّ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْمَدَنِيُّ ثِقَةٌ فَقِيْهٌ مَشْهُوْرٌ مِنَ الثَّالِثَةِ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِيْنَ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمَوْلِدُهُ فِيْ أَوَائِلِ خِلَافَةِ عُثْمَانَ.

*تقریب التہذیب، رقم الترجمۃ: 4561 تحت عروۃ بن زبیر*

ترجمہ: ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد الاسدی المدنی ثقہ ہیں، فقیہ ہیں اور طبقہ ثالثہ میں مشہور ہیں۔ سن 74 ہجری میں صحیح قول کے مطابق ان کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے شروع میں ان کی ولادت ہوئی ہے۔

ظاہر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ابتدا 24 ہجری میں ہوئی ہے اور یہ واقعہ سن 11 ہجری کا ہے تو گویا ولادت سے بھی تقریبا تیرہ سال پہلے کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں تو یہ سند کا انقطاع ہوا۔

## [2] متن کا شاذ ہونا:

مذکورہ بالا روایت (جس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عدم شرکت ثابت ہوتی ہے) کے علاوہ صحیح اور متصل السند روایات موجود ہیں۔ جن سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے وقت موجود ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں صرف دو روایات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ الخ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4452

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو مقامِ سنح میں واقع تھا، گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، سواری سے اترے، مسجد کے اندر تشریف لائے، کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر اوڑھا دی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑے کو ہٹایا، تھوڑا سا نیچے جھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر (آپ کو مخاطب بناتے ہوئے) کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو

موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آنی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

فائدہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے۔ ایک گھر مسجد نبوی کے ساتھ تھا، اس کی کھڑکی مسجدِ نبوی کے اندر کھلی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اسی کھڑکی سے مسجد تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے حکم دیا کہ جن جن کی کھڑکیاں مسجد میں کھلی ہوئی ہیں انہیں بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔ آج بھی مسجدِ نبوی کی پرانی عمارت کے دائیں جانب اوپر کی طرف ایک جگہ لکھا ہوا ہے: "هٰذِهٖ خَوْخَةُ اَبِيْ بَكْرٍ "

بظاہر یہ جگہ سابقہ گھر کے محاذات میں ہے کیونکہ پرانی مسجد نبوی یہاں تک نہیں تھی۔ دوسرا گھر مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر مقام سُنح پر تھا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی اور سُنح والے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ اس لیے روایت میں آیا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

[2]: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي اللَّحْدِ وَالشَّقِّ، حَتّٰى تَكَلَّمُوا فِي ذٰلِكَ، وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَصْخَبُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، فَأَرْسَلُوا إِلَى الشَّقَّاقِ، وَاللَّاحِدِ جَمِيعًا، فَجَاءَ اللَّاحِدُ، «فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دُفِنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 1558

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پر ملال ہوا، تو صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف ہوا اس بات میں کہ (نبی علیہ السلام کی قبر) بغلی اور صندوقی بنائی جائے، یہاں تک کہ اس سلسلے میں کافی گفتگو ہوئی اور لوگوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زندگی میں یا موت کے بعد شور وغل نہ کرو، یا (راوی کو شک ہے) اس جیسا کچھ کلمہ کہا، بالآخر لوگوں نے بغلی اور صندوقی قبر بنانے والے دونوں حضرات کو بلوایا، تو بغلی قبر بنانے والا پہلے آپہنچا چنانچہ اس نے بغلی قبر بنائی، پھر اسی (بغلی قبر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

فائدہ: اس کے علاوہ صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر موجود تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کئی ایک ہدایات ارشاد فرمائیں جن کو تسلیم کیا گیا اور ان پر عمل بھی کیا گیا۔ مثلاً:

[1]: جب غسل دینے کا مرحلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقرباء (رشتہ دار) غسل دیں، یہ ان کا حق ہے۔

[2]: آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ کی کیفیت اور ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا کہ ایک گروہ حجرہ مبارک میں داخل ہو گا، وہاں تکبیر کہے گا، درود پڑھے گا اور واپس آئے گا۔ پھر دوسری جماعت جائے گی اور یہی کام کرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ عام نماز جنازہ کی طرح نہیں ادا کی جائے گی۔

[3]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا مرحلہ پیش آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے فرمایا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ پیغمبر جس جگہ وفات پاتے ہیں ان کی تدفین وہیں ہوتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انتقال، غسل، جنازہ اور تدفین کے وقت وہاں موجود تھے اور مذکورہ ہدایات ارشاد فرماتے رہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ اور اوپر ذکر کردہ سنن ابن ماجہ کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ لہذا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کا متن ان صحیح روایات کیے مقابل میں ہونے کی وجہ سے شاذ ہے اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ یہ روایت سند اور متن دونوں اعتبار سے حجت نہیں ہے۔

## جواب نمبر2:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ ہمارے مروجہ طریق پر نہیں تھا بلکہ یہ نماز جنازہ ملائکہ، مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے گروہ در گروہ پڑھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد اچھی خاصی تھی۔ ان کے جنازہ پڑھنے میں کافی وقت درکار تھا۔ اس وسیع وقت میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھ لیا تھا جو سقیفہ بنو ساعدہ میں نامزدگی خلیفہ کے معاملہ پر گفتگو کر رہے تھے اور اسی اثناء میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

لَمَّا كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ عَلٰى سَرِيرِهٖ، دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ بِقَدْرِ مَا يَسَعُ الْبَيْتُ. فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ كَمَا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صُفُّوا صُفُوفًا لَا يَؤُمُّهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ- وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اللَّهمّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ، وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى أَعَزَّ اللهُ دِينَهُ .... فَيَقُولُ النَّاسُ: آمِيْنَ آمِيْنَ وَيَخْرُجُوْنَ وَيَدْخُلُ آخَرُوْنَ حَتَّى صَلَّى الرِّجَالُ، ثُمَّ النِّسَاءُ، ثُمَّ الصِّبْيَانُ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج5 ص265، باب کیفیۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دے دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اور ان کے ساتھ مہاجرین کی اتنی تعداد تھا جتنی اس کمرے میں آسکتی تھی ۔ انہوں نے بھی سلام کیا، جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا تھا، اور وہ سب صف میں کھڑے تھے ۔اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی صف میں کھڑے تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، وہ انہوں نے ٹھیک طور پر پہنچائی اور انہوں نے اپنی امت کی خیر خواہی کی اور انہوں نے اللہ کے راستے میں جدوجہد کی حتی کہ اللہ تعالی نے ان کے دین کو قوت دی اور عزت بخشی"۔ اس کے بعد لوگوں نے کہا، آمین، پھر اور لوگ داخل ہوں گے، پھر عورتیں، پھر لڑکوں نے اس کے لیے دعا کی۔

## شبہ:

ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ جنازہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما شریک تھے لیکن جنازہ کو چھوڑ کر خلافت کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ جنازہ زیادہ اہم تھا خلافت سے۔

## جواب:

مسئلہ خلافت؛ دین کا بہت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس پر نفاذِ دین کا مدار ہے۔ نظامِ خلافت کا نفاذ وہ بنیادی چیز تھی جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا، یہ کوئی عام اور معمولی کام نہ تھا۔ نیز نظامِ خلافت ہی سے مسلمانوں کا اتحاد قائم رکھا جاسکتا ہے اور دشمنوں کی سازشوں اور حملوں سے سلطنتِ اسلامی کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور خلیفہ کی نامزدگی میں شریک رہے وہ تمام حضرات دین کے ایک اہم اور بنیادی کام میں شریک رہے اور یہ اسلام کا ہی کام تھا۔

مزید یہ ہے کہ غسل، تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین کے مراحل میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنفسِ نفیس شریک رہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موقع بہ موقع ہدایات بھی ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ ان امور کے لیے وقت وسیع تھا اس لیے ان امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مسئلہ خلافت جیسے اہم کام پر بھی گفتگو جاری رہی۔ کسی ایک کام کی وجہ سے دوسرا کام متاثر نہیں ہوا۔

# اعتراض نمبر 12

# ایک طلاق کو تین طلاق کہنے کا الزام

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ".

صحیح مسلم ج1 ص477، ص478، مصنف عبد الرزاق ج6 ص305

و روی هذا من طريق آخر وفيه ابن جريج.

معترضین اس حدیث کو نقل کرکے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے طلاق کے معاملے میں جلدی کی ہے (یعنی ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے لگے ہیں) حالانکہ انہیں اس بارے مہلت دی گئی تھی (کہ وہ تین طہر یا تین مہینوں میں تین طلاقیں دیں)۔ پس اگر ہم ایسے لوگوں پر تین طلاقیں جاری کردیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقوں کے طور جاری کر دیا۔"

**اعتراض:**

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی مرتبہ دی جانے والی تین طلاقوں کو تین طلاقیں شمار کر کے حدیث کی مخالفت کی۔

## جواب نمبر 1:

علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی (ت 676ھ) نے اس کے کئی جواب دیے ہیں۔ ان میں ایک جواب یہ ہے:

فَالْأَصَحُّ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ إِذَا قَالَ لَهَا: "أَنْتِ طَالِقٌ ،أَنْتِ طَالِقٌ ،أَنْتِ طَالِقٌ" وَلَمْ يَنْوِ تَأْكِيدًا وَلَا اسْتِئْنَافًا يُحْكَمُ بِوُقُوعِ طَلْقَةٍ لِقِلَّةِ إِرَادَتِهِمُ الِاسْتِئْنَافَ بِذٰلِكَ فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِي هُوَ إِرَادَةُ التَّأْكِيدِ فَلَمَّا كَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الصِّيغَةِ وَغَلَبَ مِنْهُمْ إِرَادَةُ الِاسْتِئْنَافِ بِهَا حُمِلَتْ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ إِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا فِي ذٰلِكَ الْعَصْرِ.

شرح مسلم للنووی: ج1 ص478

ترجمہ: حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہہ کر طلاق دیتا اور دوسری اور تیسری طلاق سے اس کی نیت تاکید کی ہوتی نہ استیناف کی، تو چونکہ لوگ استیناف کا ارادہ کم کرتے تھے اس لیے غالب عادت کا اعتبار کرتے ہوئے محض تاکید مراد لی جاتی اور ایک طالق کا حکم لگایا جاتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال

کرتا تو اس دور کے عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا تھا۔

تنبیہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب ”أَنْتِ طَالِقٌ“ کو تین بار کہے۔ اگر ”أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا“ کہے تو پھر تین ہی واقع ہو جائیں گی۔

## جواب نمبر2:

اس حدیث میں طلاق کی تاریخ بیان کی جارہی ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی کہ ایک طلاق دینے کے بجائے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو وہ تینوں طلاقیں نافذ کر دی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس پر واضح قرینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ.

کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کر دی ہے۔

اگر ابتداء سے تین طلاق کا رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اناۃ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ لہذا اس حدیث میں ”طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً“ کا مطلب ”تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق دینا“ ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آکر مسئلہ بدل گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلے کو منسوخ فرما کر تین طلاقوں کو تین شمار کیا ہے تو یہ مطلب انتہائی غلط ہے، کیونکہ اگر یہی معاملہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر اجماع نہ فرماتے بلکہ اس فیصلہ کا انکار کرتے حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں۔ یہی مطلب محدثین نے بیان کیا ہے۔ امام نووی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ أَنَّ الْمُعْتَادَ فِي الزَّمَنِ الْأُوَلِ كَانَ طَلْقَةً وَاحِدَةً وَصَارَ النَّاسُ فِي زَمَنِ عُمَرَ يُوقِعُونَ الثَّلَاثَ دَفْعَةً فَنَفَذَهُ عُمَرُ فَعَلَى هٰذَا يَكُونُ إِخْبَارًا عَنِ اخْتِلَافِ عَادَةِ النَّاسِ لَا عَنْ تَغَيُّرِ حُكْمٍ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ. قَالَ الْمَازِرِيُّ: "وَقَدْ زَعَمَ مَنْ لَا خِبْرَةَ لَهُ بِالْحَقَائِقِ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ." قَالَ: وَهٰذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَنْسَخُ وَلَوْ نَسَخَ -وَحَاشَاهُ- لَبَادَرَتِ الصَّحَابَةُ إِلَى إِنْكَارِهِ.

شرح مسلم للنووی: ج2 ص478

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں نافذ فرمادیا۔ اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔ امام مازری رحمۃ اللہ علیہ [محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری المالکی المتوفیٰ 536ھ، مؤلف "الْمُعْلِم بفوائد مُسْلِم، 3 مجلدات"] فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ "تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہو گئیں" یہ کہنا بڑی فحش غلطی ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، -حاشا- اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے انکار کے درپے ضرور ہو جاتے۔

اگر آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ خود ساختہ ایک نیا فیصلہ ہوتا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہوتا - العیاذ باللہ - تو ایک صحابی بھی اس پر راضی نہ ہوتا چہ جائیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت نے اس فیصلے سے اتفاق کر لیا، حتیٰ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کا فتویٰ بھی

تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کا ہے۔

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری (ت 1352ھ) اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

اَیْ کَانَ النَّاسُ یُطَلِّقُوْنَ وَاحِدَۃً بَدَلَ الثَّلَاثِ وَیَکْتَفُوْنَ بِوَاحِدَۃٍ لِلتَّطْلِیْقِ، وَکَانُوْا لَا یُطَلِّقُوْنَ ثَلَاثًا خِلَافَ السُّنَّۃِ، وَھُمْ کَانُوْا عَلٰی ذَالِكَ اِلٰی خِلَافَۃِ عُمَرَ حَتّٰی صَارُوْا فِیْ عَھْدِہٖ یُطَلِّقُوْنَ ثَلَاثًا دَفْعَۃً خِلَافَ السُّنَّۃِ، فَاَمْضَاہُ عُمَرُ عَلَیْھِمْ وَھٰذَا اَحَدُ مَعْنَی الْحَدِیْثِ ذَکَرَہُ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ.

معارف السنن: ج5ص 471

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرتے تھے، تین طلاقیں جو کہ خلاف سنت ہیں نہیں دیتے تھے۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا یہاں تک کہ لوگ خلافِ سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ حدیث کا ایک یہی مطلب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

**فائدہ:**

امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری (ت 1352ھ) نے اس حدیث کا یہ مطلب لینے پر (کہ لوگ تین طلاقوں کی بجائے ایک طلاق دیتے تھے) قرآن وحدیث سے دو نظیریں بھی پیش کی ہیں:

**نظیر نمبر 1:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰهًا وَاحِدًا﴾

(سورۃ ص:5

ترجمہ: (کافر یہ کہتے ہیں:) کیا اس (پیغمبر) نے سارے معبودوں کو ایک معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فَهُمْ لَمْ يُرِيْدُوْا بِقَوْلِهِمْ هٰذَا أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ بِآلِهَةٍ ثُمَّ جَعَلَهُمْ وَاحِدًا، وَإِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ أَنَّهُ جَعَلَ إِلٰهًا وَاحِدًا بَدَلَ آلِهَةٍ.

معارف السنن: ج5 ص472

ترجمہ: کفار کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام آلہہ پر ایمان لائے پھر ان کو ایک کر دیا، بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے تمام آلہہ کو چھوڑ کر ایک کو اپنالیا ہے۔

**نظیر نمبر2:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ.

سنن ابن ماجۃ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ - عن عبد اللہ بن مسعود

ترجمہ: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنالے اللہ تعالیٰ دنیوی پریشانیوں اور فکروں سے اس کی کفایت فرماتے ہیں الخ

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فَلَيْسَ الْمُرَادُ اخْتِيَارَ الْهُمُوْمِ ثُمَّ جَعْلَهَا وَاحِدَةً. وَإِنَّمَا الْمُرَادُ أَنَّهُ اخْتَارَ هَمًّا وَاحِدًا بَدَلَ هُمُوْمٍ كَثِيْرَةٍ.

معارف السنن: ج5 ص472

کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان پہلے تمام غموں کا روگ لگالے پھر ان سب کو ایک غم میں تبدیل کر دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان غموں کے انبار کو چھوڑ کر ایک آخرت کی فکر کو اپنالے۔

**جواب نمبر3:**

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی (ت 241ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيْثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طُرُقَهُ لَمْ تَفْهَمْهُ وَالْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا.

الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ص370 رقم 1651

ترجمہ: جب تک آپ حدیث کے تمام طرق جمع نہ کر لیں اس وقت تک حدیث کا معنی نہیں سمجھ سکتے اس لیے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سنن ابی داود میں ہے، جس میں راوی سے سوال کرنے والا شخص ایک ہی ہے یعنی ابو الصَّہباء، اور دونوں روایتوں کے الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ روایت یہ ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلٰى كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ.

سنن ابی داؤد: ج1 ص317 باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! جب خاوند اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاق دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اسے ایک شمار کیا جاتا تھا۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔

زاد المعاد لابن القیم: ج4 ص1019- فصل: فی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمن طلق ثلاثا بکلمۃ واحدۃ، عمدۃ الاثاث: ص94

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی "طاؤس یمانی" کی خود اپنی روایت میں بھی "غیر مدخول بہا" کی قید موجود ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، وَعَطَاءٍ، أَنَّهُمَا قَالَا: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج9ص539رقم الحدیث18177

ترجمہ: امام طاؤس یمانی اور امام عطاء بن ابی رَباح رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابراہیم بن المارديني الحنفی (ت750ھ) اس روایت کے راویوں کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ طَاؤُوسٍ وَعَطَاءٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُمْ قَالُوا: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.

الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7ص331

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے طاوس، عطاء اور جابر بن زید سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ تمام حضرات فرماتے تھے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاق دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

ان دونوں روایات میں "قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا" (غیر مدخول بہا) کی تصریح ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح مسلم مطلق نہیں بلکہ "غیر مدخول بہا" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ایسی عورت کو خاوند الگ الگ الفاظ (أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ) سے طلاق دے تو پہلی طلاق سے ہی وہ بائنہ ہو جائے گی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہو جائے گی، اس لیے کہ وہ طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا یہی طریقہ رائج تھا اس لیے ان حضرات کے دور میں غیر مدخول بہا کو دی گئی ان تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں

لوگ ایک ہی جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں دینے لگے (یعنی أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین ہی شمار ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

## جواب نمبر4:

اگر وہی مطلب لیا جائے جو غیر مقلدین لیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے تو یہ مطلب لینا انتہائی غلط ہے۔ ایسا مطلب لینے سے یہ روایت شاذ (ضعیف) ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد آپ رضی اللہ عنہ سے تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں اور اس روایت میں آپ کا شاگرد "طاؤس" ہے۔ اگر یہی مطلب ہی لیا جائے کہ طاؤس اس روایت میں تین کا ایک ہونا روایت کرتا ہے تو بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف ہو گی۔

تصریحات محققین ملاحظہ ہوں:

### (1): امام احمد بن حنبل:

كُلُّ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَوْا عَنْهُ خِلَافَ مَا قَالَ طَاؤُوْسٌ.

نیل الاوطار للشوکانی: ج6 ص245 باب ما جاء فی طلاق البتۃ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو [تین طلاق کا تین ہونا] روایت کرتے ہیں طاؤس ان سب کے خلاف روایت کرتا دکھائی دیتا ہے۔

### (2): امام محمد بن رشد مالکی:

بِأَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ الْوَاقِعَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِهٖ طَاؤُوْسٌ، وَأَنَّ جُلَّةَ أَصْحَابِهٖ رَوَوْا عَنْهُ لُزُوْمَ الثَّلَاثِ مِنْهُمْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٌ

وَعَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَجَمَاعَةٌ غَيْرُهُمْ.

بدایۃ المجتہد ج2 ص61 کتاب الطلاق، الباب الاول

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو صحیحین میں واقع ہے اسے آپ کے شاگردوں میں سے صرف طاوس روایت کرتے ہیں، آپ کے جملہ جلیل القدر شاگرد مثلاً امام سعید بن جبیر، امام مجاھد، امام عطاء، امام عمرو بن دینار اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی ایک خاصی جماعت، تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں۔

**تنبیہ:** حدیث ابن عباس صحیحین میں نہیں، صرف صحیح مسلم میں ہے۔

## (3): قال امام ابو بکر البیہقی:

فَهٰذِهِ رِوَايَةُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَمُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَرُوِّينَاهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الأَنْصَارِيِّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ وَأَمْضَاهُنَّ.

السنن الکبری للبیہقی: ج7 ص338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

ترجمہ: امام سعید بن جبیر، امام عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد، امام عکرمہ، امام عمرو بن دینار، امام مالک بن حارث، امام محمد بن ایاس بن بکیر اور امام معاویہ بن ابی عیاش انصاری تمام راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے۔

چونکہ طاوس کی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی (ت 458ھ) فرماتے ہیں:

وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7ص338باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

ترجمہ: امام بخاری نے اس روایت کو ترک کر دیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ روایت اس لیے ترک کی ہے کیونکہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دیگر تمام روایات کے مخالف ہے۔

الحاصل یہ روایت طاوس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف روایت کی ہے اور تمام شاگرد تین کا تین ہونا ہی نقل کرتے ہیں، اس لیے طاوس کی یہ روایت ان سب کے مقابلے میں شاذ، وہم، غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔

## جواب نمبر5:

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتوی اس روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاق کو تین ہی فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ ثَلَاثًا فَقَالَ عَصَيْتَ رَبَّكَ وَحَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَكَ.

جامع المسانید ج2ص148، السنن الکبری للبیہقی: ج7ص337 واسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی جب تک وہ تیرے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے (تیرے لیے حلال نہیں ہوگی)۔“

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عَمَلُ الرَّاوِيِّ بِخِلَافِ رِوَايَتِهٖ بَعْدَ الرِّوَايَةِ مِمَّا هُوَ خِلَافٌ بِيَقِيْنٍ يَسْقُطُ الْعَمَلُ بِهٖ عِنْدَنَا.

المنار مع شرحہ ص190، قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص202

ترجمہ: راوی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف عمل کرنا اس روایت پر عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

لہذا اس اصول کی رو سے بھی مذکورہ روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔

## جواب نمبر 6:

اس روایت کی ایک سند میں ایک راوی "طاؤس یمانی" ہے۔ امام سفیان ثوری، امام ابن قتیبہ، اور امام ذہبی نے اسے شیعہ قرار دیا ہے۔

سیر اعلام النبلاء ج5 ص27،26، المعارف لابن قتیبہ ص267، 268

دوسرا راوی "ابن جریج" ہے۔ یہ شیعہ ہے اور اس پر متعہ باز ہونے کی جرح بھی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ ج1 ص128، سیر اعلام النبلاء ج5 ص497، میزان الاعتدال للذہبی ج2 ص509

مذکورہ دونوں راویوں کو کتب شیعہ میں بھی شیعہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ "طاؤس" کو رجال کشی لابی جعفر طوسی ص55، ص101، رجال طوسی لابی جعفر طوسی ص94 میں اور "ابن جریج" کو رجال کشی ص280، رجال طوسی ص233 اور اصحاب صادق رقم 162 میں شیعہ کہا گیا ہے۔ شیعہ مذہب میں تین طلاق ایک ہوتی ہے۔

چنانچہ شیعہ مصنف ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی (ت 460ھ) لکھتے ہیں:

وَالطَّلَاقُ الثَّلَاثُ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ اَوْ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ مُتَفَرِّقًا لَا يَقَعُ عِنْدَنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ.

المبسوط فی فقہ الامامیۃ: ج5 ص4

ترجمہ: تین طلاقیں ایک لفظ سے دی گئی ہوں یا ایک طہر میں علیحدہ علیحدہ دی گئی ہوں ہما رے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

شیعہ مصنف محمد بن علی بن ابراہیم المعروف ابن ابی جمہور (متوفیٰ نویں ہجری) لکھتے ہیں:

وَرَوٰی جَمِیْلُ بْنُ دَرَّاجٍ فِی صَحِیْحِہٖ عَنْ اَحَدِھِمَا عَلَیْھِمَا السَّلَامُ قَالَ: سَأَلْتُہٗ عَنِ الَّذِیْ یُطَلِّقُ فِی حَالِ طُھْرٍ فِی مَجْلِسٍ وَاحِدٍ ثَلَاثًا، قَالَ: ھِیَ وَاحِدَۃٌ.

عوالی اللآلی العزیزیۃ: ج3 ص378

ترجمہ: جمیل بن دراج نے اپنی کتاب ''صحیح'' میں امام باقر یا امام صادق سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو حالت طہر میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے ایک طلاق واقع ہو گی۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی بدعتی راوی ایسی روایت بیان کرے جو اس کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہ نا قابل قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

اِلَّا اَنْ رَوٰی مَا یُقَوِّی بِدْعَتَہٗ فَیُرَدُّ عَلَی الْمُخْتَارِ.

شرح نخبۃ الفکر: ص159

کہ بدعتی راوی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو نا قابل قبول ہوتی ہے۔

اس لیے یہ روایت بھی نا قابلِ استدلال ہو گی۔

## جواب نمبر 7:

خود غیر مقلدین کے فتاویٰ میں ہے:

یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی وتفسیر ابن جریر وابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہرہ کتاب وسنت صحیحہ واجماع صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں۔

فتاوی ثنائیہ: ج2 ص219

# اعتراض نمبر 13

# حرمتِ متعہ کا الزام

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

قَالَ الْحَكَمُ : قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : لَوْلاَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ.

تفسیر الطبری: ج4 ص17 رقم 7185 سورۃ النساء، تحت الآیۃ {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ}

ترجمہ: حکم کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عمر رضی اللہ عنہ متعہ سے منع نہ کرتے تو سوائے بدبخت کے زنا میں کوئی مبتلا نہ ہوتا۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ متعہ جائز تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کر دیا۔

## جواب:

روایتِ بالا دو وجوہات کی بنا پر حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

## [1]: انقطاعِ سند:

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت حکم بن عتیبہ الکندی رحمہ اللہ

تابعی ہیں۔ ان کی ولادت سن 50 ہجری میں ہوئی اور وہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ کی وفات 40 ہجری میں ہے۔ تو اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ابو الحجاج علامہ یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف جمال الدین المزي رحمہ اللہ (ت 742ھ) لکھتے ہیں:

**اَلْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ الْكِنْدِيُّ أَبُوْ مُحَمَّدٍ.... أَنَّهُ وُلِدَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ، وَقِيْلَ: إِنَّهُ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَمِئَةٍ.**

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج7 ص120 ترجمۃ حکم بن عتیبہ الکندی، رقم الترجمہ 1438

ترجمہ: ابو محمد حکم بن عتیبہ الکندی.... سن 50 ہجری میں ان کی پیدائش ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے 113 ہجری میں فوت ہوئے۔

## [2]: متن کا شاذ ہونا

یہ روایت ان صحیح اور متصل السند روایات کے خلاف ہے جن میں متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ذیل میں وہ روایات پیش کی جاتی ہیں جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہے:

[1]: **عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.**

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1121

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) حرمتِ متعہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1121

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح درجے کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کی رخصت کے حوالے سے روایات مروی ہیں لیکن جب ان کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی خبر دی تو انہوں نے اپنے رخصت والے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

[2]: حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ القرظی (ت 118ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى أَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَتُصْلِحُ لَهٗ شَيْئَهٗ حَتّٰى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكُلُّ فَرْجٍ سِوٰى هٰذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1122

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک متعہ اسلام کے دور اول میں مباح تھا، جب کوئی شخص کسی نئی جگہ جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو جتنے دن اسے وہاں قیام کرنا ہوتا اتنے دنوں کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتا، تاکہ

وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت اور اس کی چیزوں کی دیکھ بھال کرے پھر جب یہ آیت ﴿اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ﴾ (سوائے اپنی بیویوں اور ان باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں) نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں (بیوی اور باندی) کے علاوہ ہر شرم گاہ حرام ہے۔

# اعتراض نمبر 14

# حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو جلانے کا الزام

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ؛ أَنَّهُ حِينَ بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ يَدْخُلَانِ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُشَاوِرُونَهَا وَيَرْتَجِعُونَ فِي أَمْرِهِمْ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ، فَقَالَ: يَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ! وَاللهِ مَا مِنَ الْخَلْقِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيكِ، وَمَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَ أَبِيكِ مِنْكِ، وَأَيْمُ اللهِ! مَا ذَاكَ بِمَانِعِيَّ إِنِ اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ النَّفَرُ عِنْدَكِ، أَنْ آمُرَ بِهِمْ أَنْ يُحَرَّقَ عَلَيْهِمَ الْبَيْتُ. قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ عُمَرُ جَاؤُوهَا.

*مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث 38200*

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے وصال) کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی گئی، تو حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشورہ کرنے کے لیے آتے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب کو اس بات کا علم ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: اے رسول اللہ کی بیٹی! اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے نزدیک آپ کے والد سے بڑھ کر کوئی بندہ (دنیا میں) محبوب نہیں ہے اور ان کے (وصال کے) بعد ہمیں آپ محبوب ترین ہو! اور اللہ تعالیٰ

کی قسم اس (باہمی محبت والفت) کے باوجود اگر وہ لوگ آپ کے پاس آکر (ایسی باتیں کریں جن سے امت کا شیرازہ بکھر جائے یعنی خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرنے کی) باتیں کریں گے تو میں حکم دوں گا کہ اس گھر کو اور جو بھی اس گھر میں ہیں (وہ افراد جو خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرنے کا سوچ رہے ہیں) ان کو آگ لگا کر جلادیں۔

## اعتراض:

حدیثِ بالا کی بنیاد پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو جلادیا تھا۔

## جواب نمبر 1:

مکمل روایت آپ ملاحظہ فرمائیں، پوری روایت میں کہیں بھی نہیں ہے (جو مشہور اعتراض کیا جاتا ہے) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو جلادیا تھا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) لکھتے ہیں:

طعنِ دوم آں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ حضرت سیدۃ النساء را بسوخت و بر پہلوئے مبارک آن معصومہ بشمشیر خود صدمہ رسانید کہ موجبِ اسقاطِ حمل گردید، وایں قصہ سراسر واہی وبہتان وافتراء است، ہیچ اصلی ندارد۔

تحفہ اثنا عشریہ: ص590

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جناب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مکان جلا دیا اور آپ کے پہلو مبارک میں تلوار کا کچوکا دیا کہ اس کے صدمہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا، یہ قصہ سراسر بہتان اور بدترین افترا اور جھوٹ ہے۔ اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

## جواب نمبر 2:

روافض کے نزدیک بھی (یہ جو مشہور اعتراض کیا جاتا ہے) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو جلا دیا تھا۔ بے اصل ہے۔

چنانچہ حامد عز الدین بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن ابی الحدید المدائنی لکھتا ہے:

**وَأَمَّا ذَكَرَهُ مِنَ الْهُجُوْمِ عَلٰى دَارِ فَاطِمَةَ وَجَمْعِ الْحُطَبِ لِتَحْرِيْقِهَا فَهُوَ خَبَرٌ وَاحِدٌ غَيْرُ مَوْثُوْقٍ بِهٖ وَلَا مَعُوْلٌ عَلَيْهِ فِيْ حَقِّ الصَّحَابَةِ.**

شرح نہج البلاغہ: باب ایراد الکلام لابی المعالی

ترجمہ: بہر حال یہ روایت جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہجوم کرنے اور لکڑیاں جمع کر کے اُسے جلا دینے کا ذکر ہے۔ وہ خبر واحد غیر ثقہ (غیر معتبر) ہے۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان کی تنقیص کے بارے میں ایسی روایت کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

## جواب نمبر 3:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو کیسے جلا سکتے ہیں جبکہ روایتِ بالا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں موجود ہیں جو باہمی محبت و تعلق کی عکاسی کر رہے ہیں۔

**فَقَالَ: يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ مَا مِنَ الْخَلْقِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيْكِ، وَمَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَ أَبِيْكِ مِنْكِ.**

مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 38200

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا: اے رسول اللہ کی بیٹی! اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے نزدیک آپ کے والد سے بڑھ کر کوئی بندہ (دنیا میں) محبوب نہیں ہے اور ان

کے (وصال کے) بعد ہمیں آپ محبوب ترین ہو!

**شبہ:**

حدیثِ بالا کی بنیاد پر ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو نہیں جلایا تھا لیکن جلانے کی دھمکی تو دی تھی۔

**جواب نمبر 1:**

یہ دھمکی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے نہیں تھی۔ بلکہ ان لوگوں کے لیے تھی جنہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آکر خلیفہ وقت کی بیعت توڑنے کے خلاف مشاورت شروع کر رکھی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے حسن خلق کے سبب انہیں کھلم کھلا اپنے گھر سے روک نہیں سکتی تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان کو اس فساد انگیز حرکات سے باز آنے کی دھمکی دی اور ایسے مواقع پر جب شریعت کے اہم حکم کو توڑا جا رہا ہو یا توڑنے کا خدشہ ہو (یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت کی بیعت کو توڑنے کا خدشہ نظر آرہا تھا) تو ڈرانا دھمکانا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدَ نَاسًا فِي بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، فَقَالَ: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنْهَا، فَآمُرَ بِهِمْ، فَيُحَرِّقُوا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوتَهُمْ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1481

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) چند لوگوں کو ایک نماز (کی جماعت) میں موجود نہ پایا تو فرمایا: ”میں نے ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو لوگوں کی امامت کرانے کا حکم دوں اور خود ان

لوگوں (کے گھروں) کی طرف جاؤں جو نماز (باجماعت) سے (بغیر کسی شرعی عذر) کے پیچھے رہتے ہیں اور ان کے بارے میں حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھوں سے آگ بھڑکا کر ان کے گھروں کو ان پر جلا دیں۔"

## جواب نمبر2:

جب کسی کی خلافت متعین ہو جائے تو اس کی بیعت و اطاعت ضروری ہے، اگر کوئی مخالفت کرے تو اس کا قتل بھی جائز ہے (تو دھمکی دینا جائز کیوں نہیں ہو گا)۔ اس پر ایک حدیث مرفوع اور ایک خلیفہ راشد کا عمل پیش کیا جاتا ہے:

## [1]: حدیث مرفوع

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

**عَنْ عَرْفَجَةَ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ".**

صحیح مسلم: رقم الحدیث 4798

ترجمہ: حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص تمہارے پاس آئے، اس سے پہلے ایک شخص کے حق میں خلافت کا معاملہ طے ہو چکا ہو۔ پھر کوئی تمہارے اتحاد کو توڑنے یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو اسے قتل کر دو۔

## [2]: خلیفہ راشد کا عمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ جان لیوا گہرے زخموں سے چُور چُور تھے، اپنے بعد امر خلافت کے معاملے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا۔ اس کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے لیے چھ افراد کے نام

تجویز فرمائے:

حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

ان چھ افراد کو حکم دیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے آپس میں مشورہ کریں۔ یہ چھ افراد تین دن کے اندر فیصلہ کریں، تین دن سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ جب افراد شوریٰ کسی کے خلیفہ ہونے پر اتفاق کر لیں تو جو اِن کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔(جب خلیفہ کی مخالفت کرنے والے کی گردن اڑانے کی اجازت دے رہے ہیں تو یہاں محض گھر کے جلانے کی دھمکی دینے پر کیا اشکال ہے؟)

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَتَشَاوَرُوا فِي أَمْرِكُمْ وَالْأَمْرُ إِلَى هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ فَمَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ يَعْنِي مَنْ خَالَفَكُمْ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص45 ذکر شوریٰ وماکان من امرھم

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) امر خلافت میں مشورہ کرو لیکن یہ یاد رہے کہ امر خلافت انہی چھ حضرات کے درمیان ہی رہے گا۔ جو شخص (خلیفہ منتخب ہونے کے اتفاقی موقف کا) انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

## فائدہ:

"مَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ" کا معنیٰ ہے "مَنْ خَالَفَكُمْ" (یعنی جو تمہاری مخالفت کرے)

# اعتراض نمبر 15

## حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے چھونے کا الزام

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ إِلَى عَلِيٍّ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ، فَذَكَرَ لَهُ صِغَرَهَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ رَدَّكَ، فَعَاوِدْهُ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ. فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقِهَا، فَقَالَتْ: مَهْ، وَاللهِ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَلَطَمْتُ عَيْنَكَ. وَذَكَرَ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَزَوَّجَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَى مَهْرِ أَرْبَعِينَ أَلْفًا.

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ترجمۃ أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب، رقم الترجمہ 4204:

ترجمہ: محمد بن علی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بچی کی صغر سنی (کم عمری) کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوبارہ رشتہ کی بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور یہ کہا کہ میں آپ کے پاس بچی بھیجتا ہوں اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (گویا عقدِ نکاح ہو گیا ہے) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (منکوحہ ہونے کی وجہ سے) ان کی پنڈلی سے کپڑا اہٹانا چاہا تو وہ کہنے لگی: کہ چھوڑ دیں۔ کپڑا نیچے رہنے دیں اگر

آپ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے دادا اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے 40 ہزار درہم (مہر) کے ساتھ نکاح کیا۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے ان کی پنڈلی پر ہاتھ لگانا چاہا جس پر انہوں نے منع بھی کر دیا۔ جبکہ غیر محرم عورت کو چھونا جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ناجائز کام کا ارتکاب کیا ہے۔

## جواب:

روایت کو بغور پڑھ لیا جائے تو یہ اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھیں اور چھوٹی بچی کے نکاح کا اختیار اس کے ولی کو ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بحیثیت والد ہونے کے ان کے ولی تھے تو انہوں نے اپنی اس بچی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، عقد نکاح پر یہ جملے دلالت کر رہے ہیں:

فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے پاس بچی بھیجتا ہوں اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (ظاہر ہے بیوی تب بنتی ہے جب نکاح ہو چکا ہو)

جب نکاح منعقد ہو گیا تو نکاح کے انعقاد کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے غیر محرم نہ رہیں بلکہ منکوحہ بن گئیں اور اپنی منکوحہ کو چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقتِ نکاح چھوٹی بچی تھیں، اس پر کئی

تصریحات ہیں، ذیل میں چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں:

[1]: امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ ابْنَتَهٗ فَقَالَ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ، فَقِيلَ لِعُمَرَ: إِنَّمَا يُرِيدُ بِذٰلِكَ مَنْعَهَا، قَالَ: فَكَلَّمَهٗ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ.

مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث 10352

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ نکاح کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (اس سلسلے میں) بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے آپ کی طرف بھیجوں گا۔ اگر آپ راضی ہیں تو (ٹھیک ہے) وہ آپ کی بیوی ہے۔

[2]: امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ خَطَبَ إِلٰى عَلِيٍّ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَأَرْسَلَهَا إِلَيْهِ بِرِسَالَةٍ فَمَازَحَهَا، فَقَالَتْ: لَوْلَا أَنَّكَ شَيْخٌ، أَوْ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَأَعْجَبَ عُمَرَ مُصَاهَرَتُهٗ فَخَطَبَهَا فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ.

مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث؛ 17629

ترجمہ: حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا۔ تو حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے، آپ خود دیکھ لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے (ام کلثوم کو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس (یعنی ام کلثوم) سے خوش طبعی کی تو اس نے کہا: اگر آپ بڑی عمر کے نہ ہوتے یا یہ کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے (تو میں آپ کی آنکھ میں تھپڑ مارتی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سسرالی رشتہ داری قائم کرنے کی چاہت ہوئی تو انہوں نے اس لڑکی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا جس کے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

**شبہ:**

جب نکاح ہو چکا تھا تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پنڈلی سے کپڑا ہٹانے پر یہ کیوں کہا؟ کہ اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔

**جواب:**

ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھی۔ انہیں نکاح کا علم نہیں تھا اس لیئے انہوں نے منع کر دیا اور غیرت ایمانی میں یہ جملے کہے۔

# اعتراض نمبر 16

# لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کی وجہ سے کم علمی کا طعن

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَحْمَدُ ابْنُ زُهَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِنْ مُعْضِلَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَبُو حَسَنٍ وَقَالَ فِي الْمَجْنُونَةِ الَّتِيْ أَمَرَ بِرَجْمِهَا وَفِي الَّتِيْ وَضَعَتْ لِسِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَأَرَادَ عُمَرُ رَجْمَهَا- فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ... الحديث. وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللهَ رَفَعَ الْقَلَمَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ ... الحديث، فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ.

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: تحت علی بن أبی طالب

ترجمہ: سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ پیچیدہ مشکل مسائل میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے تھے جہاں ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نہ ہوتے۔ (ایک مرتبہ) ایک پاگل عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور ایک ایسی عورت کہ جس کے ہاں حاملہ ہونے کے 6 مہینے بعد بچہ پیدا ہوا تھا، اس کو بھی حضرت عمر رضی اللہ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حمل اور دودھ پلانے کی مدت 30 مہینے ذکر کی ہے، اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے دیوانے سے قلم اٹھالیا ہے (وہ مکلف نہیں ہے تو اسے رجم بھی نہیں کیا جائے

گا)، تو حضرت عمر رضی اللہ نے (یہ سن کر) کہا: اگر علی نہ ہوتے تو (میں) عمر ہلاک ہو جاتا۔

## اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہیں بہت سے شرعی مسائل کا علم نہیں تھا اور وہ کئی مسائل میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے محتاج تھے اسی وجہ سے وہ خود کہتے کہ اگر علی نہ ہوتے تو میں (عمر رضی اللہ عنہ) ہلاک ہو جاتا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم تھے۔

## جواب:

اس اعتراض کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

[2]: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کہنے سے حضرت علی رضی اللہ کا حضرت عمر سے بڑا عالم ہونا۔

ذیل میں ہم دونوں کی وضاحت پیش کرتے ہیں:

## [1]: کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

مخلوق میں سے کسی کا بھی علم اس طور پر کامل نہیں ہے کہ اس کو ہر وقت میں تمام جزئیات وکلیات کا علم ہو اور کسی موقع پر کوئی مسئلہ بھی اس سے علم سے باہر نہ ہو۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کسی موقع پر کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عالم نہیں تھے یا ان کا علم انتہائی درجے کا ناقص تھا۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی بعض مواقع پر بعض مسائل کا استحضار نہ رہا تو

(اس عدم استحضار کی وجہ سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں ہوتا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔ ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عدمِ استحضار پر دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں:

[1]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ "، وَلَمْ أَكُنْ لِأُحَرِّقَهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ "، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1458

ترجمہ: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے زندہ جلا دیا، جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا: اگر (علی رضی اللہ عنہ کی جگہ) میں ہوتا تو میں انہیں (جلانے کے بجائے) قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو شخص اپنے دین (اسلام) کو بدل ڈالے اسے قتل کر دو"، اور میں انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ کے عذاب خاص (جو آگ ہے) جیسا عذاب تم لوگ نہ دو"، پھر اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا۔

[2]: امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ

(ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَقَالَ فِيهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَيْسَ كَذٰلِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «أَصَبْتَ وَأَخْطَأْتُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ»

جامع بیان العلم وفضلہ: الرقم 865

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا تو (وہاں موجود) ایک اور آدمی نے کہا: مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ مسئلہ اس طرح اس طرح ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اعتراف کرتے ہوئے) کہا: آپ نے درست کہا اور مجھ سے (مسئلہ بیان کرنے میں) خطا ہوئی ہے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہوا کرتا ہے۔

## [2]: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کہنے سے علی رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے:

لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کہنے سے حضرت علی رضی اللہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی، اس طرح کا جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا تھا:

لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ.

تو کیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔

ذیل میں روایت پیش کی جاتی ہے:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ)

روایت نقل کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ الأَصْبَهَانِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ الْجُنْدَيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَشْيَاخٌ مِنَّا قَالُوا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي غِبْتُ عَنِ امْرَأَتِي سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلَى فَشَاوَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَاسًا فِي رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلَى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيلٌ فَاتْرُكْهَا حَتَّى تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلاَمًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَايَاهُ فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّبَهَ فِيهِ فَقَالَ: ابْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلاَ مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث 15966

ترجمہ: ابو سفیان کہتے ہیں کہ مجھے ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ ایک آدمی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! میں دو سال اپنی بیوی سے دور رہا، ابھی واپس آیا ہوں تو دیکھا کہ وہ حاملہ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا (کہ آیا رجم کریں یا نہیں؟) تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے (اے امیر المؤمنین!) آپ ماں کو تو رجم کر سکتے ہیں، لیکن بچے کو رجم کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے! لہٰذا وضع حمل تک اس عورت کا معاملہ موقوف کر دیں، تو (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ عورت نے بچہ جن دیا اور اس بچے کے اگلے دانت نکل چکے تھے۔ اس آدمی نے جب بچے کی اپنے ساتھ مشابہت دیکھی، تو کہنے لگا: ربِ کعبہ کی قسم! یہ بچہ تو میرا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: عورتیں (مائیں) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسا فرد جننے سے بانجھ ہو گئیں ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

# اعتراض نمبر 17

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نامہ پھاڑ دینا

امام ابو الفرج علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی رحمہ اللہ (ت 1044ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَفِي كَلَامِ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهَا بِفَدَكٍ، وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَا هٰذَا. فَقَالَ: كِتَابٌ كَتَبْتُهُ لِفَاطِمَةَ بِمِيْرَاثِهَا مِنْ أَبِيْهَا فَقَالَ: مِمَّاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ حَارَبَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى، ثُمَّ أَخَذَ عُمَرُ الْكِتَابَ فَشَقَّهُ.

السيرة الحلبية: باب يذكر فی مدت مرضه

ترجمہ: سبط ابن جوزی رحمہ اللہ کے کلام میں ہے کہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر فدک لکھ کر دے دی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کس چیز کی سند ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ (میراث نامہ کی) سند ہے جسے میں نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے میراث وصول کرے گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ کس مال سے مسلمانوں پر خرچ کروگے؟ اور آپ دیکھ بھی رہے ہو کہ عرب تم سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (میراث نامہ کی) سند لے لی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے میراث نامہ کی سند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

## جواب نمبر 1:

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے یہ "سبط ابن جوزی" کا کلام نقل کیا ہے اور سبط ابن جوزی رافضیت کی طرف مائل تھے اور موضوع اور من گھڑت روایت نقل کر رہے ہیں:

علامہ شمس الدین ابو عبد للہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت748ھ) لکھتے ہیں:

يُوسُفُ بْنُ قِزْغُلِي الْوَاعِظُ الْمُؤَرِّخُ شَمْسُ الدِّيْنِ، أَبُو الْمُظَفَّرِ، سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ.

رَوٰى عَنْ جَدِّهٖ وَطَائِفَةٍ، وَأَلَّفَ كِتَابَ "مِرْآةِ الزَّمَانِ" فَتَرَاهُ يَأْتِيْ فِيْهِ بِمَنَاكِيْرِ الْحِكَايَاتِ، وَمَا أَظُنُّهُ بِثِقَةٍ فِيْمَا يَنْقُلُهُ، بَلْ يَجْنِفُ وَيُجَازِفُ، ثُمَّ إِنَّهُ ترفض وَلَهُ مُؤَلَّفٌ فِيْ ذٰلِكَ نَسْأَلُ اللهَ الْعَافِيَةَ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَّخَمْسِيْنَ وَسِتِّمِائَةٍ بِدِمَشْقَ.

قَالَ الشَّيْخُ مُحْيِي الدِّيْنِ السُّوْسِيُّ: لَمَّا بَلَغَ جَدِّيْ مَوْتُ سَبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ قَالَ: لَا رَحِمَهُ اللهُ، كَانَ رَافِضِيًّا.

میزان الاعتدال: رقم الترجمۃ 9880

ترجمہ: ابو المظفر یوسف بن قزغلی۔ واعظ اور مؤرخ ہیں۔ شمس الدین لقب ہے۔ ابن الجوزی کے پوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادے سے اور ایک اور جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ "مراۃ الزمان" نام کی ایک کتاب بھی لکھی ہے اور آپ دیکھیں

گے اس کتاب میں یہ منکر حکایات نقل کرتا ہے اور جو چیزیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان کو بھی نقل کر دیتا ہے بلکہ حق سے ہٹی ہوئی باتیں اور اصول کے خلاف باتیں لکھتا ہے۔ پھر یہ ہے کہ اس میں رفض پایا جاتا ہے اور اس (رفض کے حوالے سے) ان کی ایک تالیف بھی ہے، ہم اللہ تعالی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں اور اس کی وفات دمشق میں سن 456 ہجری میں ہوئی ہے۔ شیخ محی الدین سوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب میرے دادا کو ابن جوزی کے پوتے (ابو المظفر یوسف بن قزغلی) کی وفات کی خبر ملی تو یہ کہتے ہوئے بد دعا دی: اللہ اس پر رحم نہ کرے اس لیے کہ وہ رافضی تھا۔

## جواب نمبر 2:

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کے مال متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ ہی میراث دی اور نہ ہی کوئی میراث نامہ لکھ کر دیا، جب میراث نامہ لکھ کر ہی نہیں دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹکڑے ٹکڑے کیسے کر دیا؟ وراثت جاری نہ ہونے پر چند دلائل پیش خدمت ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت:256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4035

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کرام کی وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل مالی کفالت کے بارے میں فرمایا: مذکورہ بالا اَموال میں سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً کھاتے پیتے رہیں گے اور اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

[2]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث 6730

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ اپنی میراث طلب کرنے کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یاد دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

[3]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

صحیح البخاری، حدیث نمبر:6727

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

# اعتراض نمبر 18

# نبوت کی دنیوی موت کا انکار کرنا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ ، فَقَامَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ:" أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ"، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث؛3667

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام ”سنح“ میں تھے۔ اسماعیل نے کہا یعنی عوالی کے ایک گاؤں میں۔ آپ کی (وفات کی) خبر سن کر عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے دل میں اس وقت یہ خیال آتا تھا اور یہی میں کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ضرور اس بیماری سے صحت یاب کر کے اٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا قول کر رہے ہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر جا کر آپ کی میت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آنی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے قسم کھانے والے! ذرا غور کیجیے۔ پھر جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی (نبوت کی دنیوی موت پر آیت پیش کی) تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھ گئے۔

## اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی وفات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کیا ہے اور نبی کے دنیاوی موت کا انکار کرنا قران کریم کی نص کا انکار کرنا ہے کیونکہ قران کریم میں ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾

سورۃ الزمر:30

## جواب:

دو امور ملاحظہ فرمائیں کہ:

1:　نیند اور موت میں کیا فرق ہے؟

2:　نبی اور امتی کی نیند میں فرق کیا ہے؟

ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:

[1]:　نیند اور موت آپس میں بہنیں ہیں۔

♦　﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾

سورۃ یٰسین:52

ترجمہ:　وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے بیدار کر دیا۔

♦　امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا. ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ. فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ؟ فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1071

ترجمہ:　حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے دو فرشتے آتے ہیں جن کی آنکھیں نیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو

نکیر کہتے ہیں۔ وہ اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخصیت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ طول و عرض میں کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر فرشتے اسے کہتے ہیں: سو جا! وہ شخص پوچھتا ہے کہ کیا میں گھر جا کر اپنے ان حالات کی خبر اپنے گھر والوں کو نہ دوں؟ تو فرشتے کہتے ہیں: سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے، جسے گھر والوں میں سے اس کا محبوب (یعنی خاوند) ہی بیدار کرتا ہے۔

[2]: پیغمبر پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ پر آتی ہے لیکن دل جاگ رہا ہوتا ہے جبکہ امتی پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ بھی سو جاتی ہے اور دل بھی سو جاتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا - يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ - وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ .... فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: رُؤْيَا

الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ﴾.

صحیح البخاری: بَاب التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری، جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو فرمایا۔ راویِ حدیث عمرو اس وضو کا ہلکا پن اور مختصر ہونا بیان کرتے تھے [یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو دھوتے وقت بہت کم پانی استعمال فرمایا]۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب پھیر لیا۔ پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے وضو فرمائے بغیر نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث کے راوی سفیان (بن عیینہ) کہتے ہیں کہ ہم نے عمرو (بن دینار) رحمہ اللہ سے پوچھا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو (بن دینار) نے جواب دیا: میں نے عبید بن عمیر (بن قتادہ اللیثی المکی التابعی رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ (اپنے اس موقف پر عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا) پھر یہ آیت پڑھی: ﴿إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ﴾ "[حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے بیٹے سے

فرمایا:] میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔" [عبید بن عمیر رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو وحی سمجھا تبھی تو ابھی بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ وحی کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں انبیاء علیہم السلام کے دل نہیں سوتے بلکہ صرف آنکھ سوتی ہے۔]

اب جَواب سمجھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر تھی تو انہوں نے فرمایا کہ موت نہیں آئی اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ آنکھ پر تھی اس لیے انہوں نے کہا کہ موت آگئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو ان کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پر بھی تھی اور دل پر بھی تھی تو انہوں نے مسئلہ کی وضاحت کر دی کہ نبی کی موت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی نبی کی نیند ہوتی ہے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسئلہ سمجھ میں آگیا۔

تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی موت کا انکار ہر گز نہیں تھا۔

# اعتراض نمبر 19

# حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہ کرنے کا الزام

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

**عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا.**

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4240

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ کی جب وفات ہوئی تو ان کے خاوند حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہ دی، وہ دونوں جنازے میں شریک نہ ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی آپس میں کوئی رنجش تھی۔

**جواب:**

اس اعتراض کی دو بنیادیں ہیں:

1: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر نہیں دی تھی۔

2: حضرت ابو بکر صدیق اور حضر عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

اعتراض کی یہ دونوں بنیادیں درست نہیں ہیں۔ ہر ایک کی وضاحت یہ ہے:

[1]: اطلاع نہ دینے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اطلاع نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ اس سانحہ کی اطلاع حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو ہو گئی ہو گی۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا؛ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری میں شریک تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب وفات ہوئی تو بیوی کے ذریعے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع یقیناً مل چکی ہو گی۔

شارح بخاری علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّهُ لَمْ يُعْلِمْ أَبَا بَكْرٍ بِمَوْتِهَا لِأَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ ذٰلِكَ لَا يَخْفٰى عَنْهُ، وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا وَلَا صَلّٰى عَلَيْهَا.

فتح الباری شرح صحیح البخاری: باب غزوۃ خیبر

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر اس لیے نہیں پہنچائی کہ وہ یقین کرتے تھے کہ یہ

سانحہ فاجعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخفی نہیں رہے گا، اور اس روایت میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہی نہ ہوا تھا اور آپ نے ان کا جنازہ ہی نہ پڑھا ہو۔

[2]: جنازے میں شرکت

رہی یہ بات کہ ان دو حضرات نے جنازے میں شرکت نہیں کی تو یہ بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے شرکت کی ہے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو جنازہ پڑھایا ہے۔ اس پر حوالہ جات درج ذیل ہیں:

1: امام ابو العباس، احمد بن عبد اللہ بن محمد محب الدین الطبری رحمہ اللہ (ت 694ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ.

الرياض النضرة في مناقب العشرة: ذكر اختصاصاته بالصلاة إماماً على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها لما ماتت

ترجمہ: حضرت علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات مغرب وعشاء کے درمیان ہوئی، تو حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و زبیر و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین جنازہ کے لیے آئے۔

2: علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الھندی رحمہ اللہ (ت 975ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوْا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ: تَقَدَّمْ! فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتَقَدَّمَ وَأَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلّٰى عَلَيْهَا.

کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال: رقم الحدیث 35677

ترجمہ: امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت محمد باقر رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازہ پڑھنے آئے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آگے بڑھیں اور جنازہ پڑھائیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آگے نہیں بڑھوں گا اس لیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور جنازہ پڑھایا۔

# اعتراض نمبر20

# حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دشمنِ خدا کہنے کا طعن

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی رحمہ اللہ المعروف بابن سعد (ت230ھ)روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفِ بْنِ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ.

الطبقات الکبری، تحت ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیاتو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے (بیت المال میں خیانت کی ہے؟)

## اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو انتہائی سخت جملے کہے اور کہا: اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن!

## جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جب یہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس 10 ہزار دراہم دیکھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ نہ جانے یہ دراہم کہاں سے آئے؟ تو اس اندیشہ کی تحقیق اور تفتیش کے لیے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

عنہ کو کہا: اے دشمن خدا! کیا تو نے بیت المال میں خیانت کی ہے؟ تو ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاکم تھے اور حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی اصلاح کرے اور ظاہری نظر میں جو چیز اس کو غلط نظر آئے اس پر ڈانٹے اور اس پر گرفت کرے اور تحقیق کرتے ہوئے طبعی طور پر سخت جملے زبان سے نکل جائیں تو اس پر کون سا اشکال ہے؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی رحمہ اللہ المعروف بابن سعد (ت230ھ) مکمل واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفِ بْنِ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ أَسَرَقْتَ مَالَ اللهِ؟، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِعَدُوِّ اللهِ، وَلَا عَدُوِّ كِتَابِهِ، وَلَكِنِّي عَدُوُّ مَنْ عَادَاهُمَا، وَلَا سَرَقْتُ مَالَ اللهِ، قَالَ: فَمِنْ أَيْنَ اجْتَمَعَتْ لَكَ عَشَرَةُ آلَافٍ؟، قَالَ: قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ خَيْلِي تَنَاسَلَتْ وَسِهَامِي تَلَاحَقَتْ، وَعَطَائِي تَلَاحَقَ. قَالَ: فَأَمَرَ بِهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَقُبِضَتْ. قَالَ: فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ: اللهُمَّ اغْفِرْ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ.

الطبقات الکبری، تحت ابی ھریرۃ رضی اللہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیا تو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے (بیت المال میں خیانت کی ہے؟) تو کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کا دشمن نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور (جہاں تک کمائی کا معاملہ ہے) تو میں نے اللہ کے مال میں چوری نہیں کی (بیت المال میں خیانت نہیں کی ہے) تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ پھر یہ 10 ہزار درہم تو نے کہاں سے جمع کر لیے؟ تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! میرے گھوڑوں نے میں افزائش نسل ہوئی اور میرے تیروں کے کمائی ہے اور کچھ ہدایا ہیں جو لوگوں نے مجھے دیے ہیں۔ کہتے ہیں: امیر المومنین کے حکم سے مجھ سے وہ رقم لے لی گئی (تاکہ تحقیق کریں کہ واقعۃً ایسا ہی ہے) پھر حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: اے اللہ! امیر المومنین کی مغفرت فرما۔

**فائدہ:** تحقیق کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عامل (نگران) بنا کر بھیجنا چاہا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عامل (نگران) بننے سے معذرت کر دی۔

# اعتراض نمبر 21

## عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سالم کو حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الأَوْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا طُعِنَ قِيلَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَوِ اسْتَخْلَفْتَ! قَالَ: مَنْ أَسْتَخْلِفُ؟ لَوْ كَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّهُ أَمِينُ هَذِهِ الأُمَّةِ، وَلَوْ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّ سَالِمًا شَدِيدُ الْحُبِّ لِلَّهِ.

تاریخ الطبری: ج4 ص227 قصۃ شوریٰ

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا تو آپ کے سامنے بعض لوگوں نے یہ رائے رکھی کہ امیر المومنین (ہمیں زخم گہرا معلوم ہوتا ہے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شہید ہو سکتے ہیں) اس لیے اگر آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس کو خلیفہ بناؤں؟ اگر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آج زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی کی زبان اقدس سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اسی طرح اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں

نے آپ کے نبی کی زبان اقدس سے سنا تھا کہ سالم اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

## اشکال:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں اصحاب کی فضیلت؛ ترتیب خلافت کے مطابق ہے لیکن مذکورہ روایت سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ترتیب کے برخلاف حضرت ابوعبیدہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے۔

## جواب:

اس حوالے سے تین امور سمجھنا بہت ضروری ہیں:

## امرِ اوّل:

ترتیب افضلیت بنیاد ہے ترتیب خلافت کی۔ اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَفْضِيلًا لَهُ وَتَقْدِيمًا عَلٰى جَمِيعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

العقیدۃ الطحاویۃ

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت مانتے ہیں کیونکہ آپ ہی پوری امت میں سب سے افضل اور مقدم ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے ہیں۔

2: امام حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ (ت:510ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰؤُلَاءِ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ، وَتَرْتِيْبُهُمْ فِي الْفَضْلِ، كَتَرْتِيْبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ . فَأَفْضَلُهُمْ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ۔

شرح السنۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

ترجمہ: حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور پھر ان چاروں میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

3: حافظ ابو الفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (ت:852ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّ تَرْتِيْبَهُمْ فِي الْفَضْلِ كَتَرْتِيْبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

فتح الباری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا

ترجمہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے۔

## امر ثانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان دو حضرات (حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ فرمانا کہ اگر یہ آج زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اس میں ان حضرات کے علم، تقویٰ اور صلاحیت کو بیان کرنا

مقصود ہے ان میں وہ ساری صفات موجود تھیں جو خلیفہ میں ہو سکتی ہیں۔

## امر ثالث:

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی بنیاد ترتیب افضلیت نہیں ہے) کو اگر سو فیصد تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے تھی۔

اور خلیفہ راشد کی اجتہادی رائے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر اسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلیم کر لیں تو وہ سنت اور اجماع کا مقام حاصل کر لیتی ہے، اگر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے خلاف رائے دیں تو وہ ایک اجتہادی رائے ہی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں فیصلہ جمہور (اکثر ارباب فقہ واجتہاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی رائے کے مطابق کیا جاتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ أُمَّتِي لاَ تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلاَلَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلاَفًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 3950

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی (یعنی اجماع نہیں کر سکتی کیونکہ اجماع معصوم ہوتا ہے) جب اختلاف (برقرار) دیکھو تو جس طرف مسلمانوں کی اکثریت ہو اسی کو اپنے لیے ضروری سمجھو۔

فائدہ: سواد اعظم کا اولین مصداق جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اور نظریہ بالکل درست ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

# اعتراض نمبر 22

# دیگر بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کیوں پڑھایا؟

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: سَأَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ: مَنْ صَلَّى عَلَى عُمَرَ؟ قَالَ: صُهَيْبٌ. قَالَ: كَمْ كَبَّرَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا.

الطبقات الکبریٰ، ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت صالح بن ابی حسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔ علی بن حسین نے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کتنی تکبیرات کے ساتھ ادا کیا گیا؟ جواب دیا کہ چار تکبیرات کے ساتھ۔

## اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ان حضرات کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کیوں پڑھایا؟

**جواب:**

جنازہ پڑھانے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بڑی شخصیت پڑھائے کہ جو شخص مصلے کا امام ہو تو جنازہ پڑھانا اسی کا حق ہو گا۔ چونکہ خلیفہ کے نامزد ہونے کے عمل کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے تھے اس لیے جنازہ انہی کا حق تھا۔

چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لِيُصَلِّ لَكُمْ صُهَيْبٌ ثَلَاثًا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص262 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ) آپ کو تین دن تک نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔